ترتیب کار:
یوسف جلیل
MUSTAFA.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۲۹۵

ماھنامہ **المشیر** راولپنڈی

جلد نمبر ۱۳ بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۷۱ء: شمارہ ۱۱ ۔ ۱۲

مدیر :-

یوسف جلیل

سالانہ چندہ پانچ روپے

پروفیسر یوسف جلیل نے فیروز سنز لمیٹڈ پریس سے چھپوا کر
کرسچین سٹڈی سنٹر ۱۲۸ سیف اللہ لودھی روڈ راولپنڈی سے شائع کیا ،

المشیر

مدیر : پروفیسر یوسف جلیل
ادارتی دفتر : یوسف جلیل ، گارڈن کالج ، راولپنڈی (مغربی پاکستان)
سرپرست : کرسچن سٹڈی سنٹر ، ۱۲۸- سیف اللہ لودھی روڈ ، راولپنڈی (مغربی پاکستان)

ادارتی زاویائے نگاہ : اس مجلہ میں شائع ہونے والے مضامین بالخصوص تعلیم و واقفیت کی نظر سے لکھے جائیں گے - موضوعات سٹڈی سنٹر کے زاویہء نگاہ کے مطابق ہوا کریں گے - بہر کیف عالمی کلیسیاء کے مخابرات ، کتابوں کے تبصرے اردو اخبارات سے تراشے اور پاکستانی کلیسیاء کی خبروں کے چھپنے کا امکان ہوا کرے گا -

۲ - مضامین اردو انگریزی دونوں زبانوں میں ہوا کریں گے -

۳ - مضامین تمام مسیحی کلیسیاؤں کے لکھے پڑھے لوگوں کے لئے ہوا کریں گے اور پاکستانی ثقافت اور دینی واقفیت کے آئینہ دار ہوا کریں گے اس لئے مناظرانہ ، متعصبانہ اور مبالغانہ مضامین کی اشاعت سے ہمیشہ گریز کیا جائیگا لیکن ہر قسم کے عالمانہ اور دینی واقفیت میں اضافہ کرنے والے مضامین کا خیر مقدم ہوا کرے گا خواہ وہ کسی بھی زاویہء نگاہ کے ماتحت لکھے گئے ہوں -

۴ - مضامین اپنے معیار ، اپنی مناسبت اور جامعیت کی رو سے اشاعت کیلئے قابل قبول ہوا کرینگے مضمون نگار کے مذہبی عقائد مضامین کی مقبولیت میں کبھی مانع نہ ہوں گے -

۵ - شائع شدہ مضامین میں پیش کردہ زاویائے نگاہ مضمون نگاروں کے ہوا کرینگے سٹڈی سنٹر اور مجلس ادارہ کے نہیں -

بدل اشتراک : یہ مجلہ سٹڈی سنٹر کے تمام ارکان کو مفت بھیجا جایا کریگا اور وہ اصحاب جو سٹڈی سنٹر کے رکن نہیں ہونگے ان سے مندرجہ ذیل شرح کے مطابق سالانہ چندہ لیا جائے گا ، تمام چندے ریورنڈ بائرن ایل ھینز ۱۲۸ سیف اللہ لودھی روڈ کو بھیجے جائیں
پاکستان پانچ روپے سالانہ : طلباء سے تین روپے سالانہ : بیرونی ممالک ۲-۵۰ ڈالر یا ۱ پونڈ

فہرست مضامین

اس نے ہمیں سمجھ بخشی ہے

خدائے واحد و برحق ، حی القیوم جو روح ہے اندیکھا خدا ہے ۔ اگر وہ مادی طور پر زیر مشاہدہ ہوتا تو وہ بھی ایک بت ہوتا :

تو عیاں ہوتا تو ہوتا بتکدہ سارا جہاں
کیونکہ اندیکھا ہے تجھ کو مانتے ہیں ذوالجلال

یعنی روح کا مشاہدہ ان جسمانی آنکھوں سے ممکن نہیں ہوتا چنانچہ کلام میں مرقوم ہے کہ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا ۔ تاہم اسے دیکھنے کی تمنا ہر ذی ہوش و ذی فکر انسان کے دل میں ہمیشہ سے رہی ہے یہاں تک کہ مفکرین کا یقین ہے کہ موجودہ بے چینی اور عدم سکون اسی تمنا کا دوسرا رخ ہیں ۔ مقدس اگستین کا فرمان کس کثرت کے ساتھ دوھرایا جاتا ہے کہ " تو نے ہمیں اپنے لئے خلق کیا ہے اور جب تک ہماری روحیں تجھ میں سکون نہ پائیں بے چین رہتی ہیں " ۔ چنانچہ زبور نویس لکھتا ہے کہ جیسے ہرنی پانی کے نالوں کے لئے ترستی ہے ۔ ویسے ہی اے خدا! میری روح تیرے لئے ترستی ہے ۔ میری روح خدا کی زندہ خدا کی پیاسی ہے " ۔ ۴۲ : ۱ و ۲ ۔ لوگوں نے طرح طرح سے اس تمنا کو پورا کرنے کی کوشش کی چنانچہ بعض نے اس کو کسی جانور یا حیوان سے تشبیہ دی اور کہا کہ ہمارا خالق یا دنیا کی اعلیٰ ترین ہستی اسی طرح کی ہے بعض نے قوانین کی لوح کو لیکر اسے عبادت و پرستش کے لائق سمجھا ۔ بعض نے اپنے بزرگوں اور دیگر نامور انسانوں کو جو کبھی حقیقی اور تاریخی ہستیاں تھے اور کبھی محض خیالی مخلوق تھے ۔ دیوتاؤں اور الٰہوں کا درجہ دیا مگر جو بھی طریقہ اختیار کیا گیا وہ ناقابل تسلی روح و جان نکلا کیوں کہ کھلونوں سے بچے کا دل کچھ عرصہ کے لئے بہل تو سکتا ہے مگر حقیقی اور پائیدار اطمینان اور سکون فقط ماں کی گود میں ہی ملتا ہے اسی طرح ہمیں بھی حقیقی اطمینان زندہ خدا سے تقابل ہی سے میسر ہوتا ہے ۔ چنانچہ جب وقت پورا ہوگیا تو خدا نے ایک خاص شخص کو بلایا اور اسے دنیا سے الگ کر کے اس کی اولاد میں سے ایک ایسی قوم تیار کی جو باقی اقوام عالم سے الگ تھلگ اور ایک خاص مقصد کے حصول کے لئے بلائی گئی ۔ اس کی تادیب و ترقی ایک خاص مکاشفہ ، ہدایت یعنی شریعت موسوی کے تحت کی گئی حتیٰ کہ وہ وقت آ پہنچا جب مشیت ایزدی

سے حق تعالیٰ نے خود کو محدود کر کے عالم وجود میں ظاہر کیا - چنانچہ " جب وقت پورا ہوگیا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہوا "- پھر یوں مرقوم ہے کہ خدا نے مسیح میں ہوکر دنیا سے میل ملاپ کرلیا - اور بیٹے کے حق میں لکھا ہے کہ وہ ذات الٰہی کا نقش اور اس کے جلال کا پرتو ہے - جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا - تو لا محدود اس طرح محدودیت میں اپنا ظہور ہم کو دکھاتا ہے اور ہم نے اس کا جلال دیکھا یعنی وہ جلال جو کسی اور کے حصے میں نہیں کیونکہ وہ ذات و صفات میں سب سے الگ تھلگ اور بے عیب و منزہ ہے - باپ اور بیٹا الگ نہیں بلکہ وہ الٰہی رخ جو انسان کی طرف ہے اور اس کے الٰہی مشاہدہ کی بنیاد ہے وہ بیٹا ہے جسے ہم فضل اور سچائی سے معمور پاکر اپنے شخصی مشاہدہ میں لاتے ہیں - چنانچہ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کو جاننے کا فقط ایک ہی واحد وسیلہ ہے اور اگر مسیح خدا کی ازلی محبت کا ظہور نہیں تو اور کوئی اس سے بڑھکر یا اس کے برابر بھی نہیں - باقی سب تو خدا کو دور سے دیکھتے یا قیاس آرائی سے بیرونی مشاہدے سے گواہی دیتے ہیں مگر دل کی بابت بتانا صرف اس شخص الٰہی کا حصہ ہے - جس کی خورد و نوش اپنے آسمانی باپ کا جلال ظاہر کرنا تھا اور جو اس کی رضا کی تکمیل میں اپنی جان تک بلیدان کرنے کے لئے ثابت قدم رہا - جس نے مسیح کو حقیقی معنوں میں دیکھ لیا اس نے خدا کو دیکھ لیا - یہ گواہی زمانوں سے ہر ملک اور ہر ثقافت کے لوگوں کی ہے -

خداوند یسوع نے نہ صرف ہمیں خدا کے بارے میں سمجھ بخشی بلکہ اس نے ہمیں انسان کے بارے میں صحیح علم بخشا - خود آگاہی میں ترقی کے زینہ پر چڑھنے والے اس لئے مایوس و گمراہ ہیں کیونکہ وہ خدا کے حقیقی الہام کو اور اس حقیقی اطاعت کو جو خدا نے مسیح میں ہم پر ظاہر کی ہے قبول نہیں کرتے - انسانی زندگی کا اصلی مقصد و مفہوم اس کی خلقت کے وقت ہی معین کیا گیا - یعنی جب الٰہی ارادہ کے مطابق خدا نے انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنانے کا فیصلہ کیا - چنانچہ انسان خدا کا فرماں بردار فرزند اور اس سے صحیح معنوں میں رفاقت رکھتا تھا - سرکشی کی وجہ سے انسان خدا سے جدا ہوگیا اور اس نے اس رفاقت سے جو وہ خدا سے رکھتا تھا منہ موڑ لیا - وہ باغ کے بیچوں بیچ گھنے درختوں میں جا چھپا - چنانچہ گناہ کی تباہ کن کار گزاری کا باب انسانی تاریخ میں کھل گیا اور تمام بھیانک اور خوں چکیدہ نتائج جن سے آج بھی دنیا عذاب میں ہے اسی طرز عمل سے بہ نکلے ہیں :

زندگی الجھی ہے بس ایک خطا کے باعث
یہ کبھی عیش کبھی آہ و فغاں ہوتی ہے

اس کے باوجود خداوند کی تعلیم میں وہ انسان کی طرف سے مایوس نہیں بلکہ وہ تو یہ پیغام دیتے ہیں کہ انسان اگر خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دل سے زندگی گزارے تو وہ اس کھوئی ہوئی بہشت کو دوبارہ پائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی میں عملی طور پر اس بے لوث، منزہ اور پاکیزہ حیات اقدس کا نمونہ دیا کہ دیکھنے والے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ الٰہی زندگی اگر کسی انسان میں بسر ہو سکتی ھے تو ایسی ہی ہونی چاہئے۔ اور یہودی شاگردوں نے اس کے حق میں گواہی دی کہ "تو خدا کا بیٹا مسیح ھے"۔ اور ہم نے اس میں خدا کا جلال دیکھا ھے۔ کیونکہ وہ زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے اترا ھے۔ چنانچہ مسیحی زندگیاں اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں دنیا کے لئے باعث تسکین و برکت ہوتی ہیں۔ ایک معمولی سا امتحان یہ ھے کہ اگر دنیا میں اسی روح اور طرز زندگی کے بہت سے لوگ ہو جائیں تو کیا دنیا رہنے کی بہتر جگہ ہوگی یا اس کے برعکس۔ میں اس کی بابت بہت کچھ کہہ سکتا ہوں مگر وقت اجازت نہیں دیتا۔ فقط اتنا کہوں گا کہ اس قدوس زندگی سے کبھی تو کسی کو کوڑھ سے شفا ملی، کوئی مفلوج اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر چلنے پھرنے لگا۔ کبھی کسی بیوہ کے مردہ بچے کو پھر زندگی عطا ہوئی۔ چنانچہ کلام میں ان الفاظ میں اس محبت بھری خدمتگزار زندگی کا خلاصہ یوں بیان کیا گیا ھے کہ "وہ بھلائی کرتا اور ان سب کو جو ابلیس کے ہاتھ سے ظلم اٹھاتے تھے شفا دیتا پھرا کیونکہ خدا اس کے ساتھ تھا۔ اعمال $\left(\frac{10}{38}\right)$ جس قدر کوئی اس کے زیادہ نزدیک ھے وہ اسی قدر زیادہ خدا ترس اور محب انسانیت ھے اور اس سے دور ہو کر خود غرضی اور ظلم و استبداد ہی نظر آتے ہیں۔

معزز ناظرین خداوند یسوع مسیح کے مبارک یوم پیدائش کے موقع پر ہمارے خیال خود بخود اس الٰہی محبت کی طرف لگ جاتے ہیں۔ جس کا اس معصوم و قدوس بچے کی آمد اس کی زندگی و موت اور قیامت میں ظہور ہوا۔ دنیا ایک نہایت سنگین اور تباہ کن دور سے گزر رہی ھے اور ہم خود اسی بھیانک، ہولناک اور پر خطر دور سے گزر رہے ہیں۔ ہماری استدعا ھے کہ آپ اس کی زندگی اور تعلیم اور اس فضل سے مستفیض ہوں جو وہ ان سب کو عطا کرتا ھے جو اس کے وسیلہ خدا کے پاس آتے ہیں تاکہ محبت اور صلح کا شہزادہ ہمارے اور تمام دنیا کے دلوں میں حکمران ہو۔ ہم سب کے لئے کرسمس کا ایک ہی پیغام ھے "عالم بالا پر خدا کی تمجید اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ھے صلح"۔ خدا آپ کے لئے بڑا دن مبارک کرے۔

تین بادشاہ

از ابراھیم مطر بیروت

عربی سے ترجمہ

— یوسف جلیل

انطونیوس شہنشاہ روم ھدریان کے لشکر کا شجاع و دلیر سپاھی تھا۔ وہ اپنی شجاعت و دلیری کے طفیل اپنی فوج کا صوبہ‌دار بن گیا۔ فوج کی ملازمت سے ریٹائر ھونے کے بعد وہ ھسپانیہ چلا آیا اور اپنے بڑھاپے کے ایام لہو و لعب گھڑ دوڑ اور بیلوں کی لڑائی دیکھنے میں گزارنے لگا۔ جب وہ اس زندگی سے اکتا گیا تو اس نے ملک کی سیر و سیاحت کرنے کی ٹھانی۔

ایک دن سفر کے دوران اسے اتفاقاً تین آدمی ملے جو بڑے بڑے اونٹوں پر سوار تھے ان کے لباس بادشاھوں کے ملبوسات کے مشابہ تھے۔ ھر ایک نے ایک ایک تاج زیب سر کر رکھا تھا اور ھر ایک کے ھاتھ میں قیمتی تحفوں سے بھرا ھوا ایک ایک ڈبہ تھا۔ انطونیوس نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رھے ھیں۔

پہلے نے جواب دیا میں نوبہ و عرب کا بادشاہ ھوں۔ ھمارے ھاں سونے کی کثرت ھے اس لئے میں نے اپنا ڈبہ سونے سے بھر رکھا ھے تاکہ اس نومولود کے سامنے پیش کروں جو بیت اللحم میں پیدا ھوا ھے۔

دوسرے نے کہا میں ترشیش کا بادشاہ ھوں میں نے اپنا ڈبہ مر سے بھر رکھا ھے جو ھمارے ملک میں کثرت سے پیدا ھوتا ھے۔

تیسرے نے کہا میں ملک ھند کا تاجدار ھوں میرے ملک میں لوبان کی کثرت ھے اس لئے میں نے اپنا ڈبہ لوبان سے بھر رکھا ھے۔ ھم ملک یہودیہ کی طرف جا رھے ھیں تاکہ یہ تحفے اس نومولود کے پیشکش کریں جس کی طرف جانے کی رھنمائی اس ستارے نے کی ھے جو مشرق میں ھمیں نظر آیا ھے۔

انطونیوس نے حیران ھوکر ان سے پوچھا کہ وہ ایک ستارہ دکھائی دینے پر ملک یہودیہ کی جانب چل دیئے کیا خائف نہیں کہ اپنے مقصد کے حصول میں وہ مر جائیں گے؟ رومی ھونے کے باعث میں تمہیں آگے بڑھنے سے منع کرتا ھوں۔ روم کی حکومت تمام

حکومتوں سے بڑھ کر ذی وقار ہے اور تم اس میں بلا اجازت قدم رکھنے کی جرات کرتے ہو۔ دیکھو ! تاجدار روم بحر متوسط کے تمام ممالک پر حکمران ہے۔ تم نے یہ کہنے کی جرات کیسے پیدا کی کہ ہم اس نومولود بادشاہ کے حضور تحائف پیشکش کرنے کا مقصد رکھتے ہیں۔ اس ملک کی طرف آنے کی رہنمائی کس نے کی۔

مشرق کے بادشاہوں نے جواب دیا۔ ہم بادشاہوں کے بادشاہ کے لئے یہ تحائف لاتے ہیں۔ سونا اس کی ملوکیت پر دلالت کرتا ہے اور لوبان اس کی الوہیت پر دال ہے اور مر اس کی انسانیت اور اس کے دکھوں کی جانب اشارہ لطیف کرتا ہے۔ اس کی سلطنت کی کوئی حد نہیں اور نہ اس کی کوئی انتہا ہے۔ انطونیوس نے کہا کہ جس بادشاہ کے حضور جانے کے تم خواہاں ہو ایک سو سال گزرا وہ لقمہ اجل ہوگیا وہ پیلاطوس نبطی کے عہد میں کھوپڑی کے مقام پر مصلوب ہوا۔ اس کی داستان لوگوں کے ذھنوں میں محو ہوگئی اور یاد فراموش۔

ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ ازلی و ابدی خدا کی نگاہ میں ایک سو سال کیا ہیں؟ اس لئے ہم مشرق کے تاجداروں نے عہد کیا ہے کہ ہم ہر سال بادشاہوں کے بادشاہ کے لئے تحائف لائیں گے پس ہم ہر سال اس موسم میں اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اور بیت‌اللحم کی جانب جانے کا قصد کرتے ہیں۔ جب تک دنیا موجود ہے اور عالم قائم ہے ہمارے بعد کئی بادشاہ ہماری راہ پر گامزن ہوں گے۔ انطونیوس کو ان بادشاہوں کی یہ بات عجیب سی لگی۔ وہ دیر تک اس بات پر قہقہہ لگاتا رہا اس کے قہقہے میں نفرت و حقارت کی آمیزش تھی۔ پھر دفعتہً اس نے کہا معلوم ہوتا ہے تمہارا یہ بادشاہ جس کے حضور جانے کے تم خواھشمند ہو بڑا صاحب کرامت ہے۔ ہمارے دیوتا جب مر جاتے ہیں تو وہ دوبارہ اس عالم فانی میں نہیں آتے ہم حیران ہیں کہ وہ بادشاہ جسے مرے اور مصلوب ہوئے ایک سو سال کا عرصہ گزر گیا تمہارے خیال کے مطابق وہ کیسے بیت‌اللحم میں زندہ ہے۔ ان تین بادشاہوں میں سے ایک نے کہا چونکہ تونے ہماری ھنسی اڑائی ہے اس لئے ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تجھے زندہ رکھے تاکہ تو بیت‌اللحم کے نومولود پر ایمان لائے اور اس کے شاگردوں میں سے ہو جائے یہ کہہ کر مشرق کے بادشاہ اپنی راہ چل دیئے۔

انطونیوس ان کی باتوں پر انگشت بدندان ہوا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کرے۔ دوسرے دن اس نے اپنے دوستوں اور ھمسایوں کو ان بادشاہوں کے سفر کا حال بتایا۔ انہوں نے سن کر کہا یہ سب وھمی باتیں اور خوابہائے پریشان ہیں اس کے بعد انطونیوس کے خیالات اور طور طریقے میں نمایاں فرق پیدا ہوگیا۔ مشرق کے بادشاہوں کو دیکھنے

کے بعد وہ میدانوں بیابانوں میں سیر و تفریح کے خیال سے محو گردش رھنے لگا اور عبادت گاھوں میں جانے اور مزاروں اور ھیکلوں میں سجدہ گزار ھونے سے اپنے دل کو تسلی دینے لگا۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ سیر و سیاحت اور عبادت کدوں میں جانے کے باوجود اس کی پریشانیوں میں کسی حد تک اضافہ ھو گیا ھے۔ انطونیوس دنیا اور اس کی رنگ رلیوں سے اکتا گیا۔ اب مرنے کے کئی بہانے تلاش کرنے لگا۔ جس شہر میں طاعون پھوٹ نکلتی یا کوئی بیماری پھیل جاتی وہ وھاں پہنچ کر بیماروں کی تیمارداری کرتا یا مردوں کی تجہیز و تکفین میں مدد دیتا لیکن عجیب بات ھے کہ وہ جتنا موت کے قریب آتا موت اس سے دور بھاگتی۔ وہ ھر بڑے دن سے پیشتر اپنے دل سے سوال کرتا کہ کیا وہ مشرق کے بادشاھوں کو دوبارہ دیکھ سکے گا؟ بڑے دن کے موقع پر وہ بیت اللحم کے نومولود کے لئے مسلسل تحائف لاتے ھوں گے۔ میں کیوں نہ اپنے وطن مالوف جا کر ان کا انتظار کروں آخر اس کی مراد بر آئی۔ ایک شب تاریک کی خاموشی میں اس نے اونٹوں کے پاؤں کی آواز سنی۔ اس مرتبہ اس نے دیکھا کہ بادشاہ مغرب سے مشرق کی جانب جادہ پیما ھیں اس نے ان سے پوچھا کہ پہلی مرتبہ تم مشرق کے بادشاہ تھے لیکن اس دفعہ تم مغرب کے بادشاہ کیسے بن گئے۔ کیونکہ تم مغرب سے مشرق کی جانب جادہ پیما ھو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اب بیت‌اللحم کا نومولود مشرق و مغرب کے ایمانداروں کے دلوں میں سکونت کرتا ھے اور ھر سال اس دنیا کے باشندوں کے ھزارھا ھزار دلوں میں پیدا ھوتا ھے۔ یہ سن کر انطونیوس نے زور دار قہقہہ لگایا اور پھر سیر و سیاحت میں مصروف ھو کر نئے نئے مقاموں میں قیام پذیر ھونے لگا تا کہ اپنی زندگی کو خطروں میں ڈال کر موت سے ھمکنار ھو سکے لیکن موت اس کے آگے آگے بھاگتی رھی۔ بادشاھوں کی نبوت کی تکمیل نہ ھو سکی وہ یہ کہ' وہ نہیں مرے گا تاوقتیکہ وہ مولود آسمانی کو دیکھ نہ لے۔

ایک سال کے بعد پھر بادشاھوں کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ جب بڑے دن سے پیشتر اس نے انہیں دیکھا تو انہیں سلام کیا اور کہا میں تمہیں مارس، متراس اور جوبتر کے نام پر سلام کرتا ھوں۔ انہوں نے جواب دیا ھم ان معبودوں کو نہیں جانتے ھم صرف زندہ خدا کو مانتے ھیں جو بیت اللحم کے نومولود میں مجسم ھوا ھے۔ انطونیوس نے کہا کہ تمہارا خدا جب عہد پارینہ میں مصلوب ھوا تو مر گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں ھرگز نہیں وہ ھرگز نہیں مرا بلکہ ایک زمانہ گزر جانے کے باوجود وہ زندہ ھے۔ وہ بادشاھوں کا بادشاہ اور دنیا کا نجات دھندہ ھے۔ انطونیوس کے ملک کی ظاھری حالت بدل گئی۔ مندر گرجا گھروں میں منتقل ھو گئے ھیں۔ ھر جگہ المسیح کے نام کی بشارت دی جاتی ھے۔ تمام اقوام عالم زمانے کا شمار المسیح کے یوم ولادت سے کرتی ھیں اور وہ

مندر جن میں وہ جایا کرتا تھا ان میں مسیحی خطیب خدا کی محبت عظمیٰ پر جس کے تقاضے کے مطابق اس نے اپنے ابن وحید کو دنیا میں بھیجا دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں یہ دیکھ کر انطونیوس اپنے دل میں پوچھنے لگا کہ دنیا میں اس تغیر عظیم کا کیا باعث ہے؟ میں نے اپنی تمام زندگی۔ غم و ملال اور حسرت و یاس میں گزار دی ہے۔ میں موت کا متقاضی رہا لیکن وہ مجھ سے دور بھاگتی رہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرق کے بادشاہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح تھا۔ میں بذات خود ملعون ہوا آہ! میں نے اپنے لئے بد بختی مول لی۔ میں بھی ان بادشاہوں کی مانند المسیح پر ایمان لا کر سعادت ابدی حاصل کروں۔

زندگی کے آخری سال اسے مشرق کے بادشاہ اس کے ملک کے گرجا گھر میں داخل ہوتے، سجدہ کرتے اور بیت اللحم کے مولود کے حضور تحائف پیش کرتے ہوئے نظر آئے۔ اس نے انہیں یہ کہتے سنا۔ اے عمانوایل! تو جو ازل سے ہے تجھے سلام۔ انطونیوس سے نہ رہا گیا ان بادشاہوں کے ساتھ مل کر اس گرجا گھر میں داخل ہوا اور جب باقی سجدہ کرنے والوں کی مانند بیت‌اللحم کے نومولود کے سامنے سجدہ گزار ہوا تو چرنی کے سامنے سجدہ کرنے والوں نے اسے یہ کہتے سنا۔ تو جوپٹر سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ تیرا مقام متراس سے سر بلند ہے۔ تیری سلطنت ازلی و ابدی ہے اور تیرا اختیار تمام قوموں پر ہے۔

اس اعتراف کے بعد انطونیوس نے اپنی پریشانیوں اور اپنے غموں سے چھٹکارا پایا اور قلبی طمانیت حاصل کی۔ نجات دھندہ پر ایمان لانے کے بعد اس نے بڑے سکون کی حالت میں وفات پائی۔

طویل زمانے تک لوگ اس کا ذکر اپنی محفلوں میں کرتے رہے اور آنے والی نسلیں رومی صوبیدار جس نے طویل عمر پائی کے چرچے کرتے رہے۔ اس نے سکون قلبی حاصل نہ کیا تاوقتیکہ وہ المسیح پر ایمان نہ لایا اور اسے سلامتی کا شہزادہ، دنیا کا نجات دھندہ اور لوگوں کا نور تسلیم نہ کیا۔

کرسمس

— ایم ۔ اے ۔ قیوم عارف ڈسکوی

مبارک ہو جہاں بھر کو — خوشی عید ولادت کی

ہدایت نور ابدی سے
کرے ہم سب کے قدموں کی
خوشی اس حسین شب کی

جہاں آغوش مریم میں
یسوع سویا ہوا ہے
مسکراتا نور میں اپنے

گھڑی ہے کیا سعادت کی
عطا ہے کیا محبت کی

جہاں بھر کو مبارک ہو
خوشی عید ولادت کی

❦ ❦ ❦

شیشہ نہ ہو تو آئے نظر کیسے رنگ مے
رنگت نے مے کی شیشے کو لیکن چھپا دیا
ہر کام میں مسیح کے خدا کا ظہور ہے
پرتو جلال حق کا جہاں کو دکھا دیا

خبر ہم کو نہ تھی چرنی میں تو تھا

"غلط تھا آپ سے غافل گزرنا"
خبر اس کی نہ تھی چرنی میں تو تھا

تو اسرار حلیمی میں نہاں تھا
جہاں گرچہ دل پر آرزو تھا

سنا مژدہ گڈریوں نے اچانک
ملائک کا ترانہ چار سو تھا

ہو تمجید خدا ہر دم فلک پر
کرم جس کا جہاں کی آبرو تھا

کہیں اوج فلک پر اک ستارا
مجوسی کا نشان جستجو تھا

ملا آغوش مریم میں وہ آخر
زمانوں میں جو سر جستجو تھا

تیری نظروں سے جب دیکھا چمن کو
نیا بالکل جہان رنگ و بو تھا

محبت مستقل، ایثار بے لوث
الٰہی نقش تجھ میں ہو بہو تھا

میرے ایماں کا حاصل معرفت ہے
تیرا دیدار جس سے روبرو تھا

دل عارف تیرا گہوارہ بنکر
تجلی سے تیری کیا سرخرو تھا

ظہور کفارہ سے پہلے ازمنہ کے بنی آدم

— عبدالحق

اواگون کے معتقدوں کے نزدیک یہ دنیا جیووں کے برے اور بھلے کرموں کا پھل بھوگنے کا ایک قید خانہ ہے۔ اور تخلیق سے مراد ایشور کا جیون کو بندھ میں ڈالنا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مانا تو یہ جاتا ہے کہ ایشور کا مقصود اس سے جیووں کی اصلاح ہے مگر اس کے برعکس یہ بھی مانا جاتا ہے کہ یہ بندھ اور دنیا کی پیدائش کا سلسلہ تا ابد جاری رہے گا۔ گویا ایشور اپنے مقصد میں تا ابد ناکام رہے گا۔ اور اس کے بندھ اور تخلیق کے اس بیکار مشغلہ سے جیووں کی اگیان اور ادھرم سے بکلی اور کامل اور ابدی رہائی تا ابد ممکن نہ ہوگی۔ اور ایشور کی کامل حکمت اور مطلق قدرت کو کامل کامیابی کبھی نصیب نہ ہوگی۔ اس کی دو ہی وجہ ہوسکتی ہیں :

۱ - یا تو ایشور کو اگیان اور ادھرم کا بقا پسند ہے اور ان کی قطعی نیستی اس کی مرضی کے برخلاف ہے۔ اس صورت میں اس کے قدوس محض اور علیم ہونے کا اقرار لازم آئے گا۔ کیونکہ قدوسی اور ادھرم میں اور سروگیہ اور اگیان میں کوئی مناسبت نہیں۔ بلکہ ان میں نقیضین کا تقابل پایا جاتا ہے۔

۲ - اور یا ایشور باوجود حکمت مطلقہ کے اگیان اور ادھرم کے قطعی اور دائمی ازالہ کے لئے کوئی منصوبہ اور تدبیر کار مرتب کرنے سے قاصر ہے اور قادر مطلق ہونے کے باوجود امکانی خرابیوں کو ہمیشہ کے لئے مٹا دینے میں بے بس ہے کیونکہ اگیان اور ادھرم کو لا محالہ مستقل بالذات تو مان نہیں سکتے۔ اسی لئے کہ دونوں سلبی امر ہیں۔ نہ ان کو جیووں کے لئے عرض لازم قرار دے سکتے ہیں۔ کیونکہ نمبر ۱ کوئی سلبی امر عروض لازم نہیں ہوسکتا۔ نمبر ۲ : عرض لازم کا انفکاک معروض سے محال ہے۔ لیکن اگیان اور ادھرم سے جیووں کا عارضی چھٹکارا ممکن مانا جاتا ہے۔ لیکن از حد عجیب اور شان ایزدی کی ہنسی اڑانے والا یہ امر ہے کہ یہ بات جانتے ہوئے (کیونکہ وہ سروگیہ مفروض ہے) بھی کہ اگیان اور ادھرم کا دائمی ازالہ اور قطعی استیصال ممتنع ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی حکمت کاملہ و قدرت مطلقہ کے ساتھ صرف اسی سعی لاحاصل میں شبانہ روز منہمک ہے اور بدیہی طور پر از روئے مشاہدہ تو دنیا میں گناہ

اور ظلم و شرارت کی آئے دن ترقی ہو رہی ہے نہ کہ زوالی پس حکیم مطلق قادر علی الاطلاق آسمانی حکیم کی ناکامی اس مصرعہ کا مصداق ٹھہرے گی :

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور از روئے اسلام اس دنیا کی پیدائش کا مقصد یہ مانا جاتا ہے کہ :

" وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون "

(سورۃ ذاریات ۵۱-۵۶) یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے ۔ لیکن جب دنیا میں نوع اشرف المخلوقات کے از حد کثیر افراد کا اللہ کی عبادت کی طرف طبعی طور پر میلان و رجحان اور کفر و عصیاں و عدوان میں آئے دن ترقی از روئے مشاہدہ بالبداہت عیاں ہے تو ایشور کی اپنے مقصد میں ناکامی پر یہ پھبتی صادق آتی ہے کہ :

پکائی کھیر اور ہوگیا دلیا ۔

لیکن مذکورہ بالا دونوں باتوں کے برعکس مسیحی تعلیم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ " اس دنیا میں خدا کی بادشاہی موجود نہیں ۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں جس ذی عقل اور فاعل بالاختیار مخلوق یعنی نوع انسان کو رکھا ہے وہ اپنے طبعی بگاڑ کے باعث ابلیس کی قوتوں کے زیر اثر ہے (یوحنا ۵ : ۱۹ ، ۲ - کرنتھیوں ۴ : ۴ و افسیوں ۲ : ۲) ۔ اس لئے خدا تعالیٰ جو محبت ہے ۔ (۱ - یوحنا ۴ : ۸) اور کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا (۲ - پطرس ۳ : ۹) بلکہ " وہ یہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں (۱ - تمیھتیس ۲ : ۴) اس لئے جو گناہ اس کے بیٹے کے دنیا میں ظہور سے پیشتر ہو چکے تھے ان سے وہ تحمل کر کے طرح دیتا رہا (رومیوں ۳ : ۲۵) اور بنی آدم کو ہمہ گیر طبعی چراغوں (ضمیر اور عقل) کے وسیلہ سے حقیقی نور کی روشنی (یوحنا ۱ : ۹ - ۲ - کرنتھیوں ۴ : ۶) کا افادہ بخشتا رہا ۔ جس سے استفادہ غیر قوموں نے طبعی شریعتوں (رومیوں ۲ : ۱۴ ، ۱۵) اور بنی اسرائیل نے الہامی شریعت کے وسیلہ سے کیا ۔ اور الٰہی تحمل یعنی بذریعہ کفارہ گناہوں کی معافی اور خدا کے مفت فضل سے استفادہ توبہ اور جانوروں کی مثالی قربانی کے وسیلہ سے کرتے رہے اور اپنے روحانی عرفان میں کمی کی وجہ سے مثالی طور پر روحانی طفولیت کے عہد میں ان کی استعداد کے مطابق سزا کے خوف اور جزا کے لالچ کے زیر اثر ان کے اضطراری اعمال ہی ابتدائی انسانیت کے رد و قبول کا معیار ٹھہرے ۔ جن پر کامل انسانیت اور نئی مخلوق کی نیو رکھی گئی (افسیوں ۲ : ۲) ۔ اور اگرچہ نوع انسان کے ہر فرد کی اپنی

طبعی قابلیتوں کے استعمال میں قطعی آزاد اور مختار اور موروثی طور پر طبعی بگاڑ نے متاثر ہونے کی وجہ سے چوڑے دروازے سے داخل ہونے اور کشادہ راستہ پر چلنے والے بہت اور تنگ دروازہ سے داخل ہونے اور سکڑی راہ پر چلنے والے تھوڑے ہیں (متی ۷ : ۱۳، ۱۴) - اس کے باوجود خدا تعالیٰ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوگا - یعنی ہلاک ہونے والے تو الٰہی محبت و فضل کو ٹھکرا کر ضرور ہلاک ہوں گے - لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ کے جلال کی معموری میں کمی واقع نہ ہوگی - چنانچہ خدا کی خاص برگزیدہ قوم (جس کی برائیوں اور بیوفائیوں کی مختصر تاریخ برائے عبرت و نصیحت ۱ - کرنتھیوں ۱۰ : ۱۱ کلام مقدس میں مذکور ہے اور غیر اقوام کے قبل مسیح کے مذہبی و اخلاقی حالات بالکل پردہ میں ہیں) کا بہت بڑا حصہ ہلاکت کی راہ پر چلتا رہا اور آخرکار دس اسرائیلی فرقے یعنی روبن، شمعون، دان، نفتالی، جد، اشر، اشکار، زبلون، منسی، اور افرائیم (جو اسرائیل کی سلطنت سے متعلق تھے) اسیر ہوکر (۲ - سلاطین ۱۸ : ۱۱، ۱۲) غیر اقوام میں مخلوط ہوگئے - لیکن اس کے باوجود ان کی مخصوصیت کا مقصد پورا ہوا اور ان کے وسیلہ سے پرانی انسانیت تکمیل پاکر نئی انسانیت کے آغاز کے لئے مستعد ہوگئی - چنانچہ ان میں سے ایک سو بیس شخصوں کی جماعت اس دنیا میں خدا کی بادشاہی کی بنیاد ٹھہری - (اعمال ۱ : ۱۵ - ۲ : ۱ - ۴) اور بنی اسرائیل کے جو دو خاندان یعنی یہوداہ اور بن یامین کے گھرانے اور کاہنوں کا مخصوص خاندان یعنی لاوی کا گھرانا - ان میں سے نہ صرف وہ ایک سو بیس شخصوں کی جماعت جو خدا کی بادشاہی کے قیام کے زندہ پتھر تھے (۱ - پطرس ۲ : ۴، ۵) بلکہ یہوداہ کے گھرانے کا کمال مقدسہ مریم میں ہوا - جو عورتوں میں مبارک ٹھہری (لوقا ۱ : ۴۲، ۴۸) اور جس کے وسیلہ سے عمانوایل کا ظہور ہوا - (متی ۱ : ۲۳) - جس میں ہوکر خدا نے اپنے ساتھ دنیا کا میل کر لیا (۲ - کرنتھیوں ۵ : ۱۹) اور لاوی کے گھرانے کا کمال یوحنا بپتسمہ دینے والے میں ہوا - چنانچہ ''جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں،، ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں (متی ۱۱ : ۱۱) وہ حقیقی نور کا گواہ (یوحنا ۱ : ۸) اور جلتا اور چمکتا ہوا چراغ تھا (۵ : ۲۵) جو خدا تعالیٰ کا نبی ہوکر ''خداوند کی راہیں تیار کرنے کو اس کے آگے آگے،، چلا (لوقا ۱ : ۷۶، متی ۲ : ۳ و مرقس ۱ : ۲، ۳ یوحنا ۱ : ۲۳) اور بنیامین کے گھرانے کا کمال مقدس پولوس میں ہوا جو مردود یہوداہ کی جگہ (اعمال ۱ : ۲۰) ''خدا کی مرضی سے یسوع مسیح کا رسول ہونے کے لئے بلایا گیا (کرنتھیوں ۱ : ۱) اور جس کو خدا نے ماں کے پیٹ ہی سے مخصوص کر لیا - (گلیتیوں ۱ : ۱۵) تاکہ وہ غیر قوموں میں اس کی خوشخبری دے (۱ : ۱۶) چنانچہ جس طرح مختونوں کو خوشخبری دینے کا کام پطرس کے سپرد ہوا - اسی طرح نا مختونوں کو سنانا اس کے سپرد ہوا (۲ : ۷) -

الغرض خدا تعالیٰ نے جو انسانیت کے کمال کا کام پہلے انبیا اور مقدسین کے وسیلے سے انفرادی طور پر اور مقدس موسیٰ کے وسیلہ سے قومی وحدت کے طور پر کامل الہامی شریعت کے وسیلہ سے انجام دیا اور یوں عہد عتیق کا زمانہ پورا ہوا جس کا آخری الہامی چراغ مقدس ملاکی کا صحیفہ اور شخصی گواہی کا چراغ مقدس یوحنا ہے۔(یوحنا ۱ :۸، ۵ :۳۵) اور جب وقت پورا ہوا تو نئی مخلوق (جو اشرف الناس ہے) کا آدم بطور اضافی مخلوق (انسانیت میں حقیقتاً اضافہ یعنی کلمتہ اللہ کا محدود و حادث ظہور (یوحنا ۱ :۱، ۳ ، ۱۴ - فپیوں ۲ :۶-۸ - ۲ - کرنتھیوں ۵ :۱۹ ، کلیسوں - ۱ - تمیتھیس ۳ :۱۶)- ”جو عورت سے پیدا ہوا اور شریعت کے ماتحت پیدا ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو چھڑا لے اور ہمکو لے پالک ہونے کا درجہ ملے (گلیتوں ۴ :۴، ۵) اپنے خون سے (مکاشفہ ۵ :۹)۔

یعنی آدم زندہ نفس بنا - پچھلا آدم زندگی بخشنے والی روح بنا - لیکن روحانی پہلے نہ تھا - بلکہ نفسانی تھا - اس کے بعد روحانی ہوا - پہلا آدمی زمین سے یعنی خاکی تھا - دوسرا آدمی آسمانی ہے -(۱ - کرنتھیوں ۱۵ :۴۵ - ۴۷)-

اس کلمتہ اللہ کے تجسم میں الٰہی حکمت کی قدرت (۱ - کرنتھیوں ۱ :۲۴) کا افادہ ان حقیقتوں میں ہوا -

نمبر ۱ : مخلوقات اور خالق میں جو دوری تھی وہ پر ہوگئی (۲ - کرنتھیوں ۵ :۱۹)
نمبر ۲ : انسانیت و الوہیت میں درمیانی کی ضرورت پوری ہوگئی - (۱ - تمتھیس ۲ :۵)-

نمبر۳ - لفظی الہام میں ذات و صفات الٰہی کا صرف مثالی مکاشفہ ممکن تھا - حقیقی مکاشفہ صرف انسانی صورت میں کلمتہ اللہ کے ظہور سے ہی ممکن ہوا -(یوحنا ۱ : ۱۴ - ۱۸ ۱۴ :۹، کلیسوں ۱ :۱۵، ۲ :۲، ۳، ۹، + عبرانیوں ۱ :۳) چنانچہ ”خدا کا بیٹا آگیا ہے اور اس نے ہمیں سمجھ بخشی ہے تاکہ اس کو جو حقیقی ہے جانیں اور ہم اس میں جو حقیقی ہے یعنی اس کے بیٹے یسوع مسیح میں ہیں - حقیقی خدا اور ہمیشہ کی زندگی یہی ہے ،، (۱ - یوحنا ۵ : ۲۰) -

نمبر ۴ : اس کلام مجسم کی لفظی تصویر عہد جدید کے صحیفوں میں ہے لیکن حقیقی شکل ان میں متشکل ہوتی ہے جن کے دلوں میں خدا اپنے بیٹے کا روح بھیجتا ہے - (رومیوں ۸ :۲۹) - اور خدا کے روح کے دلوں میں بھیجنے کی کیفیت یہ ہے ”جب ہم سب کے بے نقاب چہروں (دلوں) سے خدا وند کا جلال اس طرح منعکس ہوتا ہے - جس طرح آئینہ میں - تو اس خداوند کے وسیلہ سے جو روح ہے - ہم اسی کی جلالی صورت میں

درجه بدرجه بدلتے جاتے ھیں،، (۲۔ کرنتھیوں ۲ : ۸) اس لئے که خدا ھی ھے جس نے فرمایا که تاریکی میں سے نور چمکے اور وھی ھمارے دلوں میں چمکا۔ تا که خدا کے جلال کی پہچان کا نور یسوع مسیح کے چہرے سے جلوہ گر ھو،،۔(۲۔ کرنتھیوں۴ :۶)

پس خدا کا کامل اور حقیقی مکاشفه خداوند یسوع مسیح ھے جس کے روح کے انعکاس سے حقیقی الٰہی عرفان خدا کے فرزندوں کو حاصل ھوتا ھے۔

اور نئی انسانیت سے الٰہی عرفان کی روحانی استعداد حاصل ھوتی ھے۔جو معرفت حاصل کرنے کے لئے خالق کی صورت پر نئی بنتی جاتی ھے،، (کلیسوں ۳ : ۱۰) جس کا مطلب یه ھے که الہامی صحیفے تو الٰہی ذات و صفات کا لفظی علم و مفہوم حاصل کرنے کا وسیله ٹھہرتے ھیں لیکن خدا کے فرزندوں کو حقیقی عرفان ان کے قلبی انعکاس کے طور پر حاصل ھوتا ھے۔جو خدا تعالیٰ کا نئی مخلوق کے لئے اس کے عرفان اور حقیقی مکاشفه کا دائمی اور ھمه گیر فیضان ھے۔چنانچه : ''ھمارے پاس نبیوں کا وہ کلام ھے۔ جو زیادہ معتبر ٹھہرا اور تم اچھا کرتے ھو جو یه سمجھ کر اس پر غور کرتے ھو که وہ ایک چراغ ھے جو اندھیری جگه میں روشنی بخشتا ھے۔جب تک که پو نه پھٹے اور صبح کا ستارہ (خداوند یسوع مسیح) الٰہی ماھیت کے اعتبار سے ''آفتاب صداقت،، ملا کی ۴ :۲اور ''عالم بالا کا آفتاب،، ھے لوقا ۱ :۷۸ اور انسانی ماھیت کے اعتبار سے : ''داؤد کی اصل و نسل اور صبح کا چمکتا ھوا ستارہ،، ھے۔ (مکاشفه ۲۲ :۱۶) تمہارے دلوں میں نه چمکے (۲ پطرس ۱ :۱۹)۔

(۵) نوع انسان کے ھمه گیر طبعی بگاڑ کے ازاله اور انسانیت کی الٰہی ذات میں پیوستگی کے لئے نئی تخلیق کا آغاز آسمانی آدم میں ھوا (۱ کرنتھیوں ۱۵ :۴۷ و ۴۹)۔

(۶) ساری کائنات فنا اور بطالت کے اختیار میں ھے۔اور انسانیت پر بھی گناہ کی وجه سے موت طاری ھوئی اور ساری مخلوقات میں ایک جزئی بھی نہیں۔جو موت پر غالب آئے اور خدا سے زندگی کے افادہ اور مخلوقات میں زندگی کے استفادہ کا واسطه ٹھہرے۔ پس خدا وند یسوع مسیح جو مخلوقات کا پہلوٹھا۔ (The First Born of all Creation) ھے۔(کلیسوں ۱ :۱۵)۔اس نے اپنی موت کے وسیله سے موت کے تسلط کو توڑا (عبرانیوں ۲ : ۴) (رومیوں ۱ :۳ و ۴ ۲ کرنتھیوں ۱۳ :۴) ''اور مردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا (مکا شفه ۱ : ۵) اور ان میں پہلا پھل ھوا،، (۱۔کرنتھیوں ۱۵ : ۲۰) اور جیسے آدم میں سب مرتے ھیں۔ویسے ھی مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے،، (۱۔ کرنتھیوں ۱۵ :۲۲)۔

(۷) آدمی اپنی محدود قابلیتوں سے غیر محدود حقیقت کو نہ جان سکتا ہے اور نہ اپنی محدود لیاقتوں سے اس کی حقیقی عبادت کر سکتا ہے ۔ اس لئے بنی آدم کے لئے ایک بیت اللہ کی ضرورت ہے لیکن جو شے فی الحقیقت الٰہی ماہیت کا مسکن نہ ہو۔ وہ مثالی بیت اللہ ہو سکتا ہے نہ کہ حقیقی بیت اللہ ۔ اور اگر حقیقی بیت اللہ کا وجود یا کم از کم امکان نہ ہو۔ بلکہ ممتنع الوجود مفروض ہو۔ تو مثالی بیت اللہ کا بطلان لازم آئے گا۔ کیونکہ جن کی حقیقت ممتنع ہے ۔ اس کی مثال ضرور ممتنع ٹھہرے گی۔ عدم مطلق کا کوئی نہ مفہوم ہوسکتا ہے نہ مثال — اور حقیقی بیت کے لئے ضرورت ہے کہ :

(ا) وہ محدود و غیر محدود اور خصوصاً انسانیت اور الوہیت میں واسطہ ہو ورنہ انسانیت کی طرف سے عبادت اور الوہیت کی طرف سے قبولیت (انفعال) محال ٹھہرے گی۔

(ب) خدا تعالیٰ کا وجود غیر محدود و ازلی ہے ۔ مگر ضرور ہے کہ ظہور محدود و حادث ہو ۔ جیسے کہ مقدس موسیٰ کے لئے کلام الٰہی کا محدود حادث مقام اور محدود حادث کلام میں اضافہ ہوا ۔ ورنہ اپنی محدود و حادث قابلیتوں کے ساتھ مقدس موسیٰ کے لئے غیر محدود و ازلی کلام سے استفادہ ہی محال تھا ۔

(ج) حقیقی بیت اللہ وہ ہوسکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ازلی حقیقت اضافہ سے متعلق ہو اور اضافی مخلوق (یعنی الٰہی مخلوق کے ظرف میں حقیقت اضافت کا ظہور) کے طور پر ساری مخلوق (کیونکہ کوئی محدود و حادث مخلوق بھی اپنی محدود و حادث قابلیتوں کے ساتھ غیر محدود و ازلی ذات کی بلا واسطہ حقیقی عبادت نہیں کر سکتا ۔ خواہ انسان ، خواہ فرشتہ ، خواہ کوئی مخلوق) کے لئے ہمہ گیر اور دائمی اور حقیقی بیت اللہ ہو۔ (فلپیوں ۲ : ۶ — ۱۱)

(۸) خدا تعالیٰ کے مخفی تحمل و ایثار (جو اس کی طرف سے رحم و معافی کے افادہ کا کفارہ ہے) کے خارجی تحقق ظہور کے لئے جانوروں کی قربانیاں صرف بطور مثال ہی ہو سکتی ہیں ۔ اگر کوئی حقیقی ظہور ضروری نہ ہو ۔ تو مثالی ظہور باطل ٹھہرے گا اور حقیقی ظہور خداوند یسوع مسیح کی صلیبی موت کے سوا نہ از روئے عقل اور نہ ازروئے تاریخ ممکن الوقوع ہے ۔

(۹) اگر انسانیت کا الوہیت کے ساتھ میل ملاپ ممکن ہو۔ تو کسی ایسی حقیقت کا وجود ضروری ٹھہرتا ہے ۔ جس کی انسانیت کے ساتھ الوہیت کی مناسبت ہو اور جس کی الوہیت کے ساتھ انسانیت کی مناسبت اگر ایسی حقیقت کا وجود محال متصور ہو۔ تو الوہیت و انسانیت کا میل ملاپ محال ٹھہرے گا ۔ اور اگر الوہیت و انسانیت میں میل ملاپ محال ہو۔ تو ان میں علت و معلول کی اضافت بھی باطل ٹھہرے گی۔

کیونکہ علت کی اپنے معلول کے ساتھ معلول کی اپنی علت کے ساتھ اضافی مناسبت ضرور ہے ۔ نیز خالق کی طرف سے بلا مناسبت ہر طرح کا افادہ اور مخلوق کے لئے بلا مناسبت ہر طرح کا استفادہ محال ٹھہرے گا۔

(۱۰) اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے حقیقی عدالت کا امکان ہو۔ تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے ۔ کہ عادل کو بالذات الٰہی اقتدار حاصل ہو۔ ورنہ وہ عدالت کرنے کا حق نہیں رکھتا ۔ اور اسے انسانی کمزوری اور قابلیت اور آزمائش کے مقابل کا تجربہ یعنی اس کے لئے انفعالی اور حصولی علم اور حادث علم کا امکان ہو۔ کیونکہ انسان کے جن کاموں کی عدالت مطلوب ہوگی وہ انفعالی اور حصولی اور حادث علم سے متعلق ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا علم فعلی و حضوری و ازلی ہے ۔ پس امر اول الٰہی ماہیت کا مقتضی ہے اور امر ثانی انسانی ماہیت کا اور بنا بریں بنی آدم کی حقیقی عدالت کے قابل وہی ہستی ہو سکتی ہے ۔ جو دونوں ماہیتوں سے مضاف ہو۔ اور خدا وند یسوع مسیح وہی ہستی ہے ۔

خدا کی بادشاہی سے کیا مراد ہے ؟

بادشاہی کا مفہوم انسانی عقل و تجربہ کے مطابق یہ ہے ۔ کہ کس انسانی ہستی کو دیگر آدمیوں پر (جن کا وہ بادشاہ ہے) ایسا اقتدار حاصل ہو کہ وہ اس کی اطاعت کے لئے مجبور ہوں اور اگر کوئی نافرمانی کرے۔ تو اس کے اختیار و قوت کا اس پر ایسا تسلط ہو کہ وہ اس کو بے بس کر کے اس کی سزا دے سکے۔

ذات الٰہی کی اس قسم کی بادشاہی کا مفہوم نمبر۱ خارجی واقعات سے باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ خارج میں کوئی آدمی کسی نادیدہ ہستی کی اطاعت کے لئے مجبور نہیں۔ نہ خارجی طور پر خدا کے منکرین اور اس کے نافرمان لازمی صورت میں اپنے انکار یا نافرمانی کی بنا پر کسی فوق الفطرت سزا کے مستوجب ٹھہرتے ہیں۔

نمبر۲ اور کلام مقدس کے رو سے اس لئے باطل ٹھہرتا ہے کہ فاعل مختار انسان کی مرضی و ارادہ کے بغیر اس کی طرف سے اختیاری افادہ و استفادہ اس کی ذات و صفات کے برخلاف ہے ۔ کیونکہ اپنی ماہیت میں آزاد (واجب) اور قدوسی اور حقیقی ہے ۔ پس مجبوری اور ناپاکی اور بناوٹ کے کسی کام کو پسند کرنا اس کی ذات و صفات کے برخلاف ہے (متی ۲۳ :۳۷ - یوحنا : ۲۳ و ۲۴ - مکاشفہ ۳ - ۲۰) اور چونکہ خدا تعالیٰ زندہ ہے ۔ اور غیر مادی یعنی روح ہے ۔ اس لئے کائنات عالم کے قوانین فطرت کی طبعی اور اضطراری اطاعت خدا کی بادشاہی نہیں کہلا سکتی اور نہ ذی روح و ذی عقل ہستیوں کے ایسے کام جو ان سے کسی خوف یا لالچ کی بنا پر صادر ہوں ۔ اس کی قدوسی و حقیقت کے رو سے اس کے نزدیک قابل قبول ٹھہر سکتے ہیں۔

پس اس کی بادشاہی نہ خارجی فطری واقعات کے متعلق ہو سکتی ہے۔ اور نہ اضطراری فرمانبرداری کے افعال سے اسی لئے اگرچہ دنیا میں ساری کائنات کی چیزیں فطرت کے اٹل قانون کی پابند ہیں۔ اور خداوند یسوع مسیح سے پہلے اور اسی کے زمانہ میں اضطراری طور پر دنیا بھر میں اور خصوصاً فلسطین کے اسرائیل میں موسوی شریعت اور دس احکام کی پابندی پائی جاتی تھی۔ پھر بھی خداوند نے اپنے شاگردوں کو یہ دعا مانگنا سکھائی۔ کہ ''تیری بادشاہی آئے''۔ (متی ۶ : ۱۰)

اس کے متعلق کلام مقدس میں یہ وضاحت پائی جاتی ہے کہ :-

نمبر ۱ ''خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہ آئے گی۔۔۔۔کیونکہ دیکھو خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے''۔ (لوقا ۱۷ : ۲۰ و ۲۱)۔ (J. B. PHILLPS "inside you")

خدا وند یسوع مسیح نے تمثیلوں میں یوں بیان کیا ہے۔

نمبر ۲ خدا کی بادشاہی میں گیہوں اور کڑوے دانے ''اچھا بیج بادشاہی کے فرزند۔ اور کڑوے دانے شریر کے فرزند''۔ (متی ۱۳ :۳۸)۔

نمبر ۳ : اچھی اور خراب مچھلیاں (۱۳ :۴۸)۔ ان دونوں تمثیلوں میں خدا کی بادشاہی سے مراد نیک روحیں ہیں۔ یعنی خدا چونکہ روح ہے۔ اس کی بادشاہی سے بھی وہ روحیں مراد ہیں جو طبعی سیلان کے رو سے آزاد مرضی کے ساتھ خدا کے تابع ہوں۔

نمبر ۴ : ہم کو ایک بادشاہی بھی۔۔۔ اور کاہن بھی بنا دیا ، (مکاشفہ ۱ :۶)۔

نمبر ۵ : ان کو ہمارے خدا کے لئے ایک بادشاہی اور کاہن بنا دیا (۵ :۱۰)۔

ان دونوں حوالوں میں '' بادشاہی'' سے مراد نئی مخلوق اور طبعی طور پر خدا کے فرمانبرداروں کی جماعت ہے۔ دنیا میں خدا کی بادشاہی سے عام مراد وہ جماعت ہے جس میں اچھے اور برے دونوں قسم کے لوگ شریک ہیں اور حقیقی بادشاہی ان لوگوں پر مشتمل ہے جو نئے عہد میں شامل ''اور ان نیک اعمال کے واسطے مخلوق ہوئے۔ جن کو خدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لئے تیار کیا تھا''۔ (افسیون ۲ :۱۰) اور جن کی انسانیت خدا کے مطابق سچائی کی راستبازی اور پاکیزگی میں پیدا کی گئی ہے۔ (۴ :۲۴)۔

اور اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ اس گناہ آلود دنیا میں (جہاں ہر ایک آدمی کو اپنی طبعی قابلیتوں کے استعمال کی خدا کی طرف سے پوری آزادی ہے) جبکہ

طبعی بگاڑ کے باعث گناہ کا غلبہ اور شیطان کا تسلط ہے ۔ خدا کا مقصد پورا ہونے کا کیا امکان ہے ؟

اس کے متعلق کلام مقدس کے بیانات میں ہی وضاحت موجود ہے چنانچہ :

مقدس یوحنا نے خدا کی بادشاہی کے متعلق یہ بیان کیا کہ : " اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے ۔ اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا ۔ اور اپنے گیہوں کو توکھتے میں جمع کرے گا ۔ مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا ۔ جو بجھنے کی نہیں " ۔ (متی ۳ : ۱۲) ۔ اس بیان میں دنیا بھر کے لوگ جن کی عدالت کی جائے گی ۔ دو قسموں میں تقسیم ہوں گے ۔ نمبر ۱ ۔ گیہوں ۔ نمبر ۲ ۔ بھوسہ ۔ یہ امر بدیہی ہے کہ بھوسہ اور گیہوں کا وجود ہر گیہوں کی فصل کے لئے بطور لازم و ملزوم ہے ۔ انسانی خوراک کے لئے صرف گیہوں ہی مفید ہے ۔ وہی کھانے کے کام آتا ہے ۔ اور اسی سے آئندہ فصل کے لئے بیج حاصل ہوتا ہے ۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ صرف گیہوں کی پیداوار ہی بغیر بھوسہ کے حاصل کرے تو یہ غیر ممکن ہے ۔ کیونکہ بیج سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے اور بڑھتا ہے ۔ پہلے وہ سب بھوسہ کی شکل سے ہی ہوتا ہے ۔ پھر انجام کار کچھ اجزا تو گیہوں بن جاتے ہیں اور باقی جو گیہوں نہیں بنتے وہ گیہوں کو تیار کرنے کا وسیلہ بن جاتے ہیں ۔ یہی اس دنیا میں خدا کی کھیتی کا حال ہے کہ اس میں بعض بنی آدم تو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اس کی بادشاہی میں شامل ہونے کے لئے تیار ہوتے ہیں ۔ اور دنیا میں خدا تعالیٰ کی مرضی کی تکمیل کو ہی اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرا لیتے ہیں ۔ اور دوسرے ایسے ہیں جو از خود تو خدا کی مرضی کے خلاف رہ کر نافرمانی اور بغاوت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور انجام کار خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کی بجائے جہنم کے وارث ہوں گے ۔ لیکن وہ اپنی برائی سے بھی خدا کے مقصد کی تکمیل میں نادانستہ معاون ٹھہرتے ہیں ۔ چنانچہ مقدس یوسف کے بھائیوں نے اپنی برائی سے اس کو مدیانیوں کے ہاتھ بیچ دیا جس کی وجہ سے وہ مصر پہنچ گیا اور فوطیفار کی بیوی نے اسے قید خانہ میں بھجوا دیا لیکن دونوں برائیوں کا یہ اعلیٰ نتیجہ نکلا کہ یوسف مصر کا مختار کل حاکم بن گیا ۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائیوں سے یہ کہا " کہ تم نے تو مجھ سے بدی کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن خدا نے اس سے نیکی کا قصد کیا ۔ (پیدائش ۵۰ : ۲۰) ۔ اسی طرح سے خداوند یسوع کے بارہ شاگردوں میں سے گیارہ تو گیہوں بن گئے اور انہوں نے اپنی زندگیاں خدا کے جلال کے لئے بسر کیں اور ایک سو بیس شخصوں کی برگزیدہ جماعت میں شامل ہوکر پنتیکوست کے دن روح القدس کی نئی تخلیق کے فضل سے بہرہ ور ہوئے ۔ لیکن یہودہ اسکریوتی بھوسہ بن گیا اور خداوند کو مصلوب کرنے والوں کا حصہ دار بن کر کفارہ کے کام میں خداوند کے دشمنوں اور ابلیس

کا آلہ کار بن گیا (لوقا ۲۲: ۳ و ۴)۔ اسی طرح سے مصیبت اور دکھ جو برے لوگوں کو پہنچتے ہیں تو وہ ان کی خدا سے دوری اور ہلاکت اور خدا کی شان میں کفر گوئی کا باعث ٹھہرتے ہیں۔ لیکن خدا کے برگزیدوں کے لئے وہی مصیبتوں کی آگ انہیں ہر طرح کی میل سے ایسا صاف کر دیتی ہے۔ جیسے آگ سے آزمایا ہوا سونا کندن بن جاتا ہے (پطرس ۱: ٦ و ۷) اور اگرچہ کوئی آزمائش خدا کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص اپنی ہی خواہشوں میں کھچ کر اور پھنس کر آزمایا جاتا ہے (یعقوب ۱ :۱۳ و ۱۴) لیکن مبارک وہ شخص ہے جو آزمائش کی برداشت کرتا ہے کیونکہ جب مقبول ٹھہرا تو زندگی کا تاج حاصل کرتا ہے ،،۔(۱ :۱۲) اگر کوئی خدا کا بندہ نیکی کی راہ میں قتل ہوتا ہے تو وہ شہادت کا درجہ پاتا ہے۔ اور قاتل خود تو ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن اس خدا کے بندہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی برکت اور روحانی طور پر اسے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچانے کا سبب ٹھہرتا ہے۔ پس قاتل خود تو بھوسہ بن جاتا ہے۔ لیکن مقدس انسانیت جو خدا کے جلال میں شامل ہوگئی اس کے لئے شہیدوں کے شمار کو پورا کرنے کا سبب ٹھہرتا ہے (مکاشفہ ٦ :۱۱)۔ اور خدا پرستی کا غم ایسی توبہ پیدا کرتا ہے۔ جس کا انجام نجات ہے۔ مگر دنیا کا غم موت پیدا کرتا ہے۔ (۲۔ کرنتھیوں ۷ :۱۰) پس ابلیس بھی خود تو جہنم کا ایندھن بنے گا لیکن خدا کے بندوں کے لئے وہ ممتحن کا کام انجام دیتا ہے۔ بغیر آزمائش کا مقابلہ کئے ہوئے روحانی قوت اور زندگی میں ترقی ممکن نہیں جو آزمائش میں فیل ہو جاتے ہیں وہ روحانی طور پر گر جاتے ہیں۔ لیکن جو پاس ہو جاتے ہیں وہ درجہ میں ترقی پاتے ہیں۔ آدم و حوا۔ ابلیس کی آزمائش میں گر گئے اور عارضی طور پر وہ اپنے درجہ سے گر گئے۔ لیکن خداوند یسوع مسیح کو جب ابلیس نے آزمایا تو وہ کامیاب رہا اور دیکھو فرشتے آکر اس کی خدمت کرنے لگے۔ ،، (متی ۴ :۱۱)۔ پس جبکہ خداوند نے جن لوگوں میں کام کرتا تھا۔ وہ اپنے طبعی بگاڑ کے باعث ابلیس کے فرزند (یوحنا ۸ : ۴۴)۔ اور اس کی بادشاہی کے لوگ تھے۔ تو اس کی بادشاہی میں شریروں کے مقابلہ میں جانے سے پہلے خود ابلیس سے دو چار ہوکر اس کی روحانی تقویت کا باعث ٹھہرا کیونکہ وہ علم فعلی میں تو الٰہی کلمہ ہونے کی وجہ سے کامل تھا۔ لیکن علم انفعالی میں اس کی انسانیت کے متعلق لکھا ہے کہ: ''یسوع حکمت اور قد و قامت اور خدا کی اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا۔ (لوقا : ۱ :۵۲) چنانچہ تیس برس کی عمر میں اس کی انسانیت کمال کو پہنچی (لوقا ۲ :۲۳) اور جس مقصد کے لئے اس نے آسمانی جاہ و جلال کو چھوڑ کر انسانی زندگی میں قدم رکھا تھا ضرور تھا کہ ابھی ابلیس کا اور اس کے ناپاک فرشتوں یعنی بد روحوں اور اس کے شریر لوگوں کا مقابلہ کرے اور یوں دکھ اٹھائے۔ وہ اس کے روحانی کمال کا ذریعہ ٹھہرے چنانچہ : ''موت کا دکھ سہنے کے سبب سے جلال اور عزت کا تاج اسے پہنایا گیا ہے۔ تاکہ خدا کے فضل سے

وہ ہر ایک آدمی کے لئے موت کا مزہ چکھے کیونکہ جس کے لئے سب چیزیں ہیں اس کو یہی مناسب تھا ۔ کہ جب بہت سے بیٹوں کو جلال میں داخل کرے ۔ تو ان کی نجات کے بانی کو دکھوں کے ذریعہ سے کامل کرے اس لئے کہ پاک کرنے والا اور پاک ہونے والے سب ایک ہی اصل سے ہیں،، (عبرانیوں ۲ : ۹ - ۱۱) ۔ اس مختصر بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ کائنات عالم کی کوئی چیز خدا کے ارادہ اور اس کے عقیدے کو باطل نہیں کرتی بے شک خدا جو سب لوگوں سے محبت رکھتا ہے اور انہیں بچنے کے موقع بہم پہنچاتا ہے ۔ وہ ان کو ان کی مرضی کے برخلاف بالجبر و اکراہ انہیں تو نہیں بچائے گا ۔ لیکن وہ اپنی بد اعمالی سے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں ۔ خدا کو اس کے مقصد کی تکمیل میں شکست نہیں دے سکتے ۔ بلکہ نادانستہ طور پر وہ اپنے کو نقصان پہنچا کر خدا تعالیٰ کے مقصد کو پورا کرنے کا ایک ایسا ہی وسیلہ ٹھہرتے ہیں ۔ جیسے کہ بھوسہ گیہوں کے پکنے کا وسیلہ ٹھہر کر خود نباتاتی زندگی سے خارج ہو جاتا ہے ۔ خدا تعالیٰ کی مخلوقات کا کوئی حصہ ایسا نہیں اور نہ کوئی نوع ایسی ہے جس کی ساری جزئیاں بیکار اور مٹنے کے قابل ہوں ۔ ہر نوع میں بعض جزئیاں ایسی ضرور ہوں گی ۔ جو اپنی نوع کے اعتبار سے کامل ٹھہریں گی ۔ اور کل کائنات کے کمال کی وحدت میں ہر ایک نوع کی جزئیات کی خاص مبتداء جو خالق کو مقصود ہے شامل ہوکر ساری مخلوقات کی نوعی اعتبار سے کامل جزئیاں فنا کے قبضہ سے چھوٹ کر خدا کے فرزندوں کے جلال میں داخل ہو جائے گی (رومیوں ۸ : ۲۱) اور خدا کے فرزند خداوند یسوع مسیح میں وحدت حاصل کریں گے (یوحنا ۱۷ : ۲۱ و ۲۳) اور یوں ساری مخلوقات کا اسی میں مجموعہ ہو جائے گا (افسیوں ۱ : ۱) اور چونکہ الٰہی بادشاہی میں تابع کا مطلب محکومہ چیزوں کو اپنے جلال کے سانچے میں ڈھالنا اور الٰہی ذات کے ساتھ ان کی وحدت و موافقت پیدا کرنا ہے (فلپیوں ۳ : ۲۱) لہذا ساری چیزوں کے بیٹے کے تابع ہونے (۱ کرنتھیوں ۱۵ : ۲۷) سے مراد سب چیزوں کا اس میں مجموعہ ہونا یعنی اس کے جلال میں اس کے ساتھ وحدت حاصل کرنا ہے ۔ جس کو مثالی طور پر برے کی شادی قرار دیا گیا ہے (مکاشفہ ۱۰ : ۷ و ۸) گویا ساری غیر فانی کائنات (۲۱ : ۳ - ۵) برے کے جلال میں اس کے ساتھ بطور مصاحبت جیسے روح کی جسم کے ساتھ وحدت بطور مصاحبت کے ہے) ایسی وحدت حاصل کرے گی (۲۱ : ۱ و ۲ و ۹ و ۱۰) جیسے کہ دلہا اور دلہن باوجود دو شخصی ہونے کے ایک تن ٹھہرتے ہیں (پیدائش ۲ : ۲۴) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کی کل انواع کی وہ جزئیاں جو نوعی کمال حاصل کر کے ابدیت کے قابل ٹھہرینگی وہ سب چیزیں خواہ زمین کی ہوں ۔ خواہ آسمان کی نئی اور غیر فانی ٹھہریں گی (مکاشفہ ۲۱ : ۵ - ۲ پطرس ۳ : ۱۳) اور انسانیت کی ساری مقدس جزئیاں نئی مخلوق (خدا کے فرزندوں) کے ساتھ مل کر کمال حاصل کریں گی (عبرانیوں ۱۱ : ۴۰) اور خدا کے فرزند خداوند یسوع مسیح

میں کُل (افسیوں ۴ :۱۳) اور وحدت حاصل کریں گے اور خداوند یسوع مسیح میں بحیثیت ابن آدم کے بھی باپ کے ساتھ وحدت حاصل کرے گا۔ '' اے باپ تو اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ مجھے اپنے ساتھ جلالی بنا دے۔ (یوحنا ۱۷ :۵) اور جب سب کچھ اس کے تابع ہو جائے گا۔ تو بیٹا خود اس کے تابع ہو جائے گا۔ جس نے سب چیزیں اس کے تابع کر دیں۔ اور ''یوں سب میں خدا ہی سب کچھ،، ہوگا ((۱ کرنتھیوں ۱۵ :۲۸) ''کیونکہ باپ کو پسند آیا کہ ساری معموری اسی میں سکونت کرے اور اس کے خون کے سبب سے جو صلیب پر بہا، صلح کر کے سب چیزوں کا اسی کے وسیلہ سے اپنے ساتھ میل کرے خواہ وہ زمین کی ہوں خواہ آسمان کی،، (کلیسوں ۱ :۱۹ و ۲۰)

الغرض کلام مقدس کے مطابق اس دنیا میں خدا کی بادشاہی نہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اس کے باشندے اپنے ارادوں اور کاوشوں کے اعتبار سے خدا کی شریعت سے باغی اور اپنے گھنونے کاموں اور شیطان کی اور ناپاک خواہشوں کی پیروی کی وجہ سے خدا کی نظر میں نفرتی ہیں (رومیوں ۱ :۲۴ - ۳۱) - بلکہ اس لئے بھی کہ ذات الہٰی - غیر مادی غیر فانی اور مستقل بالذات ہے - پس اس مادی اور فانی اور تغیر پذیر کائنات عالم کو خدا کی ابدی اور لازوال بادشاہی سے کوئی مناسبت نہیں ہوسکتی۔ '' کیونکہ دنیا کی شکل بدلتی جاتی ہے،، - (۱ کرنتھیوں ۷ :۳۲) ''دنیا اور اس کی خواہش دونوں مٹتی جاتی ہیں۔ لیکن جو خدا کی مرضی پر چلتا ہے وہ ابد تک قائم رہے گا،، (۱ یوحنا ۲ :۱۷) '' ہم دیکھی ہوئی چیزوں پر نہیں، بلکہ اندیکھی چیزوں پر نظر کرتے ہیں کیونکہ دیکھی ہوئی چیزیں چند روزہ ہیں۔ مگر اندیکھی چیزیں ابدی ہیں،، - (۲ کرنتھیوں ۴ :۱۸) - پس یہ دنیا نہ خدا کی عدالت اور اس کے نتائج کے ظہور کا مقام ہے اور نہ خدا کی حقیقی عبادت (جس سے مراد خدا کی بادشاہی ہے) کی جگہ - بلکہ یہ ایک عارضی کارخانہ ہے جس میں انسانی روحیں باہمی تمدن اور مادی کائنات سے استفادہ اور عالم ارواح کی آزاد اور نادیدہ روحوں جیسے پاک ارواح (فرشتوں) اور ناپاک ارواح (شیاطین) کے آثار سے اپنے طبعی میلان کے مطابق تاثر اور روحانی چراغوں (لفظی الہام اور انبیاء و مقدسین) کی تعلیم و عمل سے استفادہ اور خدا کے بیٹے خداوند یسوع مسیح سے اس کے روح کے وسیلہ سے پیوستہ ہو کر خدا کے روحانی دارالحکومت (آسمانی یروشلم) میں ایک دائمی اور ابدی اور روحانی مکان بنتی ہیں۔ (۲ - کرنتھیوں ۵ :۱ و ۲ - یوحنا ۱۴ :۲ - افسیوں ۲ :۲۲ - مکاشفہ ۳ :۱۲ -) - کلام مقدس سے یہ ظاہر ہے کہ آسمانی یروشلم (عبرانیوں ۱۱ :۲۲ :۱۳) مکاشفہ ۲۱ :۲ و ۱۰ - ۲۶) اور خدا کا مقدس (افسیوں ۲ :۲۱ و ۲۲ - ۱ - پطرس ۲ :۴ و ۵) - (کرنتھیوں ۱۱ :۱۲ - مکاشفہ ۲۱ :۹) اور خدا کی دلہن اور خدا کا

کھتہ (متی ۳: ۱۲- ۱۳: ۳۰) اور خدا کا گلہ (لوقا ۱۵: ۶- ۱ پطرس ۲: ۲۵- یوحنا ۱۰- ۱۶) اور خدا کا خاندان (افسیوں ۲: ۱۹- رومیوں ۸- ۲۹- عبرانیوں ۱۲: ۲۳) یہ سب مثالی اصطلاحیں ھیں۔ جو خدا کی بادشاھی یعنی کائنات عالم کے الٰہی ذات کے ساتھ اس کی حقیقت اضافت کے وسیلہ سے حقیقی موافقت اور دائمی و ابدی میل ملاپ پر دال ھیں۔

پھر کلام مقدس میں یہ وضاحت بھی پائی جاتی ھے کہ آسمانی یروشلم یعنی اپنے دائمی مقدس۔ (جس میں خدا سکونت کرے گا)۔ (مکاشفہ ۲۱: ۳) خدا تعالیٰ کو جس قدر مخلوقات کے متعدد مدارج کی جزئیاں اپنے جلال میں داخل کرنا مقصود ھیں۔ ان کا شمار ضرور پورا ھوگا مثلاً انسانی کمال کے لئے جس قدر رسول، انبیاء، شہداء اور عام مقدسین درکار ھیں۔ ان کا شمار ضرور پورا ھوگا۔ چنانچہ: ۱- ”ان کی روحیں۔۔۔ جو۔۔۔ گواھی پر قائم رھنے کے باعث مارے گئے تھے۔۔ وہ بڑی آواز سے چلا کر بولیں کہ اے مالک! ۔۔۔ تو کب تک انصاف نہ کرے گا؟ ۔۔۔ ان سے کہا گیا کہ اور تھوڑی مدت آرام کرو جب تک کہ تمہارے ھم خدمت اور بھائیوں کا شمار پورا نہ ھو لے۔ جو تمہاری طرح قتل ھونے والے ھیں۔“ جس کا مطلب یہ ھے کہ ازلیت کے نزدیک چونکہ سب زمانے برابر ھیں۔ ماضی و مستقبل کوئی چیز نہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے فعلی علم جو زمانہ کی حدود و قیود سے پاک ھے۔ (زبور۔ ۹۰: ۴) اور جس کا علم حضوری ھے۔ (رومیوں ۴: ۱۷- عبرانیوں ۴: ۱۳)۔ کے نزدیک تو ساری مخلوقات کی وہ کامل جزئیاں (جو اس کے ابدی جلال میں داخل ھوں گی) موجود ھیں لیکن تحقیق خارجی میں:

(۱) چونکہ انسان فاعل مختار ھستی ھے۔ اس لئے اس کی جزئیات کی تکمیل کا انحصار ان شخصوں پر ھے۔ جو اپنی آزاد مرضی سے اس کی طرف رجوع لا کر اور تمام ناپاک خواھشوں کی زنجیروں سے چھٹکارا پاکر بذریعہ ایمان اس کے فضل عام سے استفادہ کریں چنانچہ: وہ تو کسی کی ھلاکت نہیں چاھتا۔ بلکہ یہ چاھتا ھے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے،، (۲ پطرس ۳: ۹) اور ”وہ یہ چاھتا ھے کہ سب آدمی نجات پائیں۔ اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں۔،، (۱- تمیتھیس ۲: ۴) اور اس کے فضل کا کفارہ عام ھے (۱- یوحنا ۲: ۲)۔ لیکن خدا کے مفت فضل سے استفادہ ھر آدمی کے اپنے اختیار اور ارادہ پر منحصر ھے۔ بنابریں جب تک برگزیدوں کا شمار پورا نہ ھو لے۔ اس وقت تک دنیا کا خاتمہ نہ ھوگا۔ اسی لئے مقدس پطرس نے کہا: کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ایک ھزار برس کے برابر ھے اور ھزار برس ایک دن کے برابر۔ خداوند اپنے وعدہ میں دیر نہیں کرتا۔ جیسی دیر بعض لوگ سمجھتے ھیں بلکہ۔ تمہارے بارے میں تحمل کرتا ھے اس لئے کہ کسی کی ھلاکت نہیں چاھتا،، (۲ پطرس ۳: ۸ و ۹)۔ پس دنیا کی آخرت تک کے دن بڑھائے جاسکتے ھیں

اور الٰہی مصلحت کے مطابق وہ دن گھٹائے بھی جا سکتے ہیں۔ چنانچہ : '' اور اگر خداوند ان دنوں کو نہ گھٹاتا تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر ان برگزیدوں کی خاطر جن کو اس نے چنا ہے۔ ان دنوں کو گھٹایا (مرقس ۱۳ : ۲۰)۔ پس خدا کے برگزیدوں کا شمار پورا ہونے اور ان کے تحفظ کی خاطر وہ دن گھٹ اور بڑھ سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے برگزیدوں اور نئی مخلوق کے الٰہی فرزندوں انسانیت میں رسولوں۔ نبیوں شہیدوں اور عام مقدسوں کا شمار لا محالہ پورا ہوگا۔

(۲) '' ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے (مرقس ۱۳ : ۱۰) اور بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی۔ تا کہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب خاتمہ ہوگا ،،۔(متی ۲۴-۱۴)۔

(۳) جن کو خدا اپنے فضل سے بلا لیتا ہے ضرور نہیں کہ وہ برگزیدہ بھی ٹھہریں چنانچہ : '' بلائے ہوئے بہت ہیں۔ مگر برگزیدہ تھوڑے (متی ۲۲ :۱۴)۔ جس کا مطلب یہ ہے ۔ خدا ان لوگوں کو جو کسی وقت سچے دل سے اس کے طالب ہوں۔ بلا لیتا ہے ۔ لیکن اگر بعد کو وہ بے وفا نکلیں۔ اور برگشتہ ہو جائیں (عبرانیوں ۶ :۴-۶ و ۱۰) - ۲ پطرس ۲ : ۲۱ و ۲۲) تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کے برگزیدوں کا شمار کم ہو جائے گا۔ بلکہ بلائے ہوئے آسمانی ضیافت میں شریک نہ ہونا چاہیں (متی۲۲ :۳) تو انہیں پھر بھی موقع ضرور دیا جائے گا کہ اپنی سرکشی سے باز آئیں (۲۲ - ۴) اور اس پر وہ نافرمان نکلیں تو وہ ان کو رد کر کے دوسروں کو ان کی جگہ بلا لیگا (۲۲ : ۸ - ۱۰) اس حقیقت کو انگوری باغ کے ٹھیکیداروں کی تمثیل میں واضح کیا گیا کہ ''خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی ،،۔(۲۱ :۴۳)۔ اور زیتون کے درخت کی تمثیل دیگر بتایا گیا کہ : ان کا (بنی اسرائیل کا خارج ہونا دنیا کے آ ملنے کا باعث ہوا ،،۔(رومیوں ۱۱ :۱۵) '' بعض ڈالیاں توڑی گئیں۔ اور تو جنگلی زیتون ہوکر ان کی جگہ پیوند ہوا ،،(۱۱ : ۱۷) وہ بے ایمانی کے سبب توڑی گئیں۔ اور تو ایمان کے سبب سے قائم ہے ،،۔(۱۱ :۲۰) پس خدا کی مہربانی اور سختی کو دیکھ سختی ان پر جو گر گئے ہیں اور خدا کی مہربانی تجھ پر بشرطیکہ تو اس مہربانی پر قائم رہے۔ ورنہ تو بھی کاٹ ڈالا جائے گا ،،۔(۱۱ :۲۲)۔ مثلاً مقدس ابراہام کی نسل میں سے پہلوٹھے ہونے کا حق اسحاق کے بیٹے عیسو کا تھا۔ مگر اس نے ایک وقت کے کھانے کے عوض قسم کھا کر وہ حق اپنے چھوٹے بھائی یعقوب کے ہاتھ بیچ دیا (پیدائش ۲۵ :۲۹-۳۴) پس نہ کوئی ---عیسو کی طرح بے دین ہو۔ جس نے ایک وقت کے کھانے کے عوض اپنے پہلوٹھے ہونے کا حق بیچ ڈالا --اس کے بعد جب اس نے برکت کا وارث ہونا چاہا تو منظور نہ ہوا۔ چنانچہ اس کو نیت کی تبدیلی

کا موقع نہ ملا،، (عبرانیوں ۱۲: ۱۹ (۱۷) اسی طرح سے اسرائیل (یعقوب) کی اولاد میں سے روبن پہلوٹھا تھا لیکن وہ اپنی خیانت اور حرامکاری کے باعث خارج کیا گیا۔ ''اے روبن تو میری شہزوری کا پہلا پھل ہے۔ تو میرے رعب کی اور میری طاقت کی شان ہے۔ تو پانی کی طرح بے ثبات ہے اس لئے تجھے فضیلت نہیں ملے گی کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا تونے اسے نجس کیا۔ (پیدائش ۴۹: ۳ و ۴) اور اس کی بجائے یہوداہ افضل ٹھہرایا گیا: ''اے یہوداہ تیرے بھائی تیری مدح کریں گے۔ تیرا ہاتھ تیرے دشمنوں کی گردن پر ہوگا۔ تیرے باپ کی اولاد تیرے آگے سرنگوں ہوگی ۔۔۔ یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک شلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی،،۔ (۴۵: ۸-۱۰) اسی طرح سے یہوداہ اسکریوتی جو خداوند کے بارہ رسولوں میں سے آخری تھا (متی ۱۰: ۲-۴ و مرقس ۳: ۱۶-۱۹ و ۲ لوقا ۶: ۱۶) اس میں شیطان سمایا (لوقا ۲۲: ۲۳) اور اس نے اپنی رسالت کا منصب تیس روپے میں سردار کاہنوں کے ہاتھ بیچ دیا (متی ۲۶: ۱۴-۱۵)۔ وہ بھی عیسو کی طرح بعد کو پچھتایا (متی ۲۷: ۲ و ۳)۔ مگر اس کو بھی نیت کی تبدیلی کا موقع نہ ملا۔ چنانچہ نزول روح القدس کے منتظر جو ایک سو بیس اشخاص بالا خانہ پر دعا کے لئے جمع ہوئے ان میں سے صرف گیارہ رسول تھے (اعمال ۱: ۱۳)۔ اور وہ خدا کے علم سابق کے موافق اس حقیقت سے واقف تھے۔ جو اس کے متعلق مقدس داؤد کی معرفت خداوند نے پہلے آشکارا کر دی تھی کہ ''اس کی عمر کوتاہ ہو جائے۔ اور اس کا منصب کوئی دوسرا لے لے،،۔ (زبور ۱۰۹: ۸ اعمال ۱: ۲۰)۔ انہوں نے اپنی انسانی عقل کے موافق قرعہ کے ذریعہ سے متیاہ کو چنا۔ لیکن الٰہی ارادہ کے موافق مقدس پولوس ''خدا کی مرضی سے یسوع مسیح کا رسول ہونے کے لئے بلایا گیا۔ (۱ کرنتھیوں ۱: ۱) جس کو خدا نے اس کی ''ماں کے پیٹ ہی سے مخصوص کرلیا اور اپنے فضل سے بلا لیا،،۔ (گلیتوں ۱: ۱۵)۔

پس جیسا کہ بیان ہو چکا کلام مقدس کے رو سے دنیا کے متعلق وہ حقائق بیان کئے گئے ہیں جو عقل اور مشاہدہ سے ثابت اور خدا کے جلال کے موافق ہیں کہ:

(۱) اس دنیا میں خدا کی بادشاہی نہیں ہے کیونکہ یہ دنیا فانی اور تغیر پذیر اور مادی و حسی ہے اور خدا تعالیٰ غیر فانی اور مستقل بالذات اور غیر مادی ہے۔ پس یہ دنیا خدا کی بادشاہی کا تحقق خارجی نہیں ٹھہر سکتی۔

(۲) خدا پاک ہے اور دنیا میں ذی عقل و مختار یعنی انسان کے افراد ہمہ گیر طور پر سب گناہ گار اور خدا کے جلال سے محروم ہیں (رومیوں ۳: ۲۳) پس جہاں گناہ اور شیطان کا راج ہے۔ اور خدا کی مرضی پوری نہیں ہوتی۔ اس کو خدا کی بادشاہی سے

منسوب کرنا خدا تعالیٰ کی قدوسی و حکمت و قدرت و غیوری کا انکار اور ذات و صفات الٰہی کی اہانت ہے۔

(۳) دنیا میں نوع انسان کے افراد نہ صرف کلام مقدس کے رو سے بلکہ ازروئے مشاہدہ بھی اپنی طبعی قابلیتوں کے استعمال میں آزاد اور مختار ہیں اور اسی وجہ سے دنیا میں گناہ اور الٰہی نافرمانی کی کثرت ہے۔ پس اگر انسانی اعمال کو خدا کی مرضی کے تابع قرار دیا جائے تو نہ صرف یہ الٰہی قدوسی کے برخلاف ٹھہریگا الٰہی مرضی کے مطابق گناہ اور نا فرمانی کا صدور کیونکر؟ بلکہ انسانی افعال پر دو متضاد ارادوں کا توارد لازم آئے گا۔ یعنی جو کچھ بدکردار انسان اپنے برے ارادہ سے کرنا چاہے گا۔ وہی فعل خدائے قدوس کی مرضی و ارادہ سے بھی صدور پذیر ہوگا۔ نیز اس صورت میں آدمی کی بدی کا فعل اختیاری اور آزاد ہونے کے اضطراری اور خدا کی مرضی کے تابع اس کا صدور ضروری ٹھہرے گا۔

(۴) اگرچہ انفرادی حیثیت میں آزاد و مختار انسان اپنے خدا سے باغی ہوکر اس کی مرضی کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ابلیس اور تاریکی کی قوتیں بھی نیکی کی قوتوں کو مغلوب کرنے پر تلی ہوئی ہیں لیکن بایں ہمہ گنہگار انسان اور باغی شیطان کے برے ارادوں اور بداعمالیوں کے ذریعہ سے ان کی جزوی کامیابی ہوسکتی ہے۔ اور بظاہر عارضی طور پر نیکی مغلوب اور بدی غالب دکھائی دے سکتی ہے لیکن انجام کار الٰہی ارادہ ہی کامیاب ٹھہرے گا۔ اور اسی کی مرضی پوری ہوگی۔ چنانچہ انجیل مقدس سے ہم ایسی چند پشینگوئیاں پیش کرتے ہیں۔ جو خداوند نے بیان کیں اور اس وقت ان کے پورا ہونے کے اسباب بکلی معدوم تھے۔ بلکہ وہ حالات کے رو سے غیر ممکن الوقوع معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن جن کا پورا ہونا نہ صرف گزشتہ تاریخ سے ثابت ہے بلکہ موجودہ واقعات اور متواترات سے وہ متحقق وہ مبرہن ٹھہرتے ہیں:

(۱) خداوند یسوع مسیح نے کہا کہ: ''وہ دن آئیں گے کہ ان چیزوں میں جسے تم دیکھتے ہو۔ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے،، (لوقا ۲۱: ۶)۔

چنانچہ خداوند کے صعود کے چالیس سال بعد یعنی سنہ ۷۰ء میں وہ ہیکل برباد ہوگئی اور اگرچہ وہ یہودیوں کے نزدیک بیت‌اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک بیت‌المقدس ہے۔ لیکن آج تک اس کا پتھر پر پتھر باقی نہیں ہے۔

(۲) خداوند نے یروشلم شہر کی بابت بیان کیا کہ:

"جب تم یروشلم کو فوجوں سے گھرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ اس کا اجڑ جانا نزدیک ہے۔۔۔ اور جب تک غیر قوموں کی معیاد پوری نہ ہو۔ یروشلم غیر قوموں سے پامال ہوتا رہے گا"۔ (لوقا ۲۱: ۲۰ و ۲۴)۔

چنانچہ سنہ ۷۰ء سے لیکر آج تک انیس سو سال تک یروشلم غیر قوموں سے پامال ہوتا رہا۔ اور اگرچہ یہودیوں کے اس قطعی فیصلہ کے بعد کہ ہمارے باپ دادا نے بے گناہ یسوع مسیح کو مصلوب کرایا اور ہم ان کے گناہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں (یہ پہلی جنگ عظیم کے بعد کا واقع ہے) یہودی قوم کو فلسطین میں آباد ہونے کا موقع مل گیا۔ لیکن شہر یروشلم آج تک بھی غیرقوموں سے قطعی محفوظ نہیں ہوسکا۔ اور گزشتہ ۱۹ سو سال سے اس کا غیر قوموں سے پامال ہوتے رہنے کی یروشلم کی بربادی سے چالیس سال رہنے کی پیشنگوئی (جبکہ یہودی قوم اس قدر قوی اور زبردست اور شمار میں اس قدر کثیر تھی کہ اس وقت کسی غیر قومی طاقت کے لئے اس کی بربادی کا خیال بھی عقلی اور خارجی حالات کے برخلاف معلوم ہوتا تھا) محض انسانی عقل کی تجویز نہیں ہوسکتی۔ جس کی تصدیق خارجی طور پر انیس سو سال سے متواتر چلی آ رہی ہے۔

(۳) یہودی قوم کی بابت کہا کہ: اس قوم پر غضب ہوگا۔ اور وہ تلوار کا لقمہ ہوں گے۔ اور اسیر ہو کر سب قوموں میں پہنچائے جائیں گے اور جب تک غیر قوموں کی معیاد پوری نہ ہو۔ یروشلم غیر قوموں سے روندا جائے گا"۔ (لوقا ۲۱: ۲۳ و ۲۴) اور جیسا کہ استثنا ۲۸ باب میں قوم اسرائیل کو تنبیہ کی گئی کہ اگر تو ایسا نہ کرے کہ خداوند اپنے خدا کی بات سن کر اس کے سب احکام اور آئین پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں۔ احتیاط سے عمل کرے۔ تو یہ سب لعنتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو لگیں گی (۲۸: ۱۵) "کہاں تو تم کثرت میں آسمان کے تاروں کی مانند ہو اور کہاں شمار میں تھوڑے ہی رہ جاؤ گے"۔ (۲۸: ۶۲) "اور خداوند تجھ کو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام قوموں میں پراگندہ کریگا" (۲۸: ۶۴) پھر ان میں خدا کے رحم کی بابت یہ پیشینگوئی پائی جاتی ہے۔ "لیکن خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اب میں یعقوب کی اسیری کو موقوف کروں گا اور تمام بنی اسرائیل پر رحم کروں گا" (حزقی ایل ۳۹: ۲۵)۔ "میں ان کو امتوں میں سے واپس لاؤنگا اور ان کے دشمنوں کے ملکوں سے فراہم کروں گا اور بہت سی قوموں کی نظروں میں ان کے درمیان میری تقدیس ہوگی۔ تب وہ جانیں گے کہ میں خداوند ان کا خدا ہوں اس لئے کہ میں نے ان کو اقوام کے درمیان اسیری میں بھیجا۔ اور میں ہی نے ان کو اپنے ملک میں جمع کیا اور ان میں سے ایک کو بھی وہاں نہ چھوڑا"۔ (۳۹: ۲۷-۲۹)۔

پس سنہ ۷۰ء میں یروشلم کی بربادی اور اس وقت سے لیکر ۱۹ سو سال یعنی دوسری جنگ عظیم تک ان کا پراگندہ ہوکر سب قوموں میں پہنچایا جانا اور شہر میں تھوڑے رہ جانا اور یروشلم کا غیر قوموں سے روندا جانا اور ان کی سچی توبہ کے بعد چند سالوں میں ہی ان کا واپس فلسطین میں پہنچ جانا یہ سب باتیں بائبل مقدس اور خداوند یسوع مسیح کی پشینگوئیوں کی گزشتہ ۱۹ سو سال سے لیکر موجودہ زمانے کے چند سالوں تک تصدیق ہے۔ جو متواترات اور مشاہدات سے متحقق ہے۔

(۵) انجیل کی بابت کہا کہ : ''ضروری ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے،،) (مرقس ۱۳: ۱۰) - '' اور بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی۔ تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب خاتمہ ہوگا،،۔

اس کے مطابق وہ انجیل مقدس کے صحیفے خداوند یسوع مسیح کے آسمان پر جانے کے بعد اٹھائیس سال سے ستر سال یعنی سنہ ۱۰۰ء تک مرتب ہوئے اس کی اشاعت کی اگرچہ ہر جگہ مخالفت ہوئی یہاں تک بعض دنیوی مصلحتوں کی بنا پر کلیسیا کے اندر بھی اس کے ترجموں اور اشاعت کی مخالفت کی گئی۔ اس کے باوجود الٰہی انتظام کے مطابق اسی انجیل مقدس کی اشاعت اس قدر زیادہ زبانوں میں (قریباً تیرہ سو زبانوں میں) اور اس قدر کثیر ہوئی کہ کسی اور مذہبی کتاب کی اشاعت اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوئی۔ بلکہ فی الحقیقت آج وہی ایک کتاب ہے جس کو دنیا بھر کی قوموں میں موافق و مخالف اپنی اپنی زبان میں پڑھ سکتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی اور مذہبی کتاب ایسی نہیں۔ کہ جس کے مضامین سے اس کے مخالف تو کیا۔ موافق ہی بخوبی اور آسانی کے ساتھ کثیر تعداد میں جان اور سمجھ سکیں۔ حتیٰ کہ ان کے سینکڑوں تو کیا کسی ایک زبان میں بھی ایسا ترجمہ موجود نہیں۔ جس کو اسی کتاب کے ماننے والوں کے سب فرقے صحیح اور مستند تسلیم کرلیں۔

(۵) انجیل مقدس کے مبشروں کی بابت اس نے کہا کہ : '' جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤ گے۔ اور یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہوگے،،۔ (اعمال ۱: ۸)۔

اس پشینگوئی کے مطابق اگرچہ شروع مسیحی زمانہ سے لیکر گزشتہ صدیوں میں بے شمار مسیحی مبشر ہر ملک اور ہر زمانہ میں ستائے گئے اور ہزار ہا کی تعداد میں قتل کئے گئے۔ حتیٰ کہ کسی مذہبی قوم کی تاریخ ان کے مقابل فی ہزار ایک کی اوسط کا شمار اپنے مقتول و شہید مبشروں کے متعلق پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کے باوجود خدا وند

کی یہ پشینگوئی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی کہ اس کی انجیل کے مبشر روح القدس سے تائید پاکر یروشلم سے شروع کر کے زمین کی انتہا تک سب قوموں میں اس کے گواہ ہوئے۔

(۶) مسیحی کلیسیا کے متعلق اس نے کہا کہ: ''آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لیکر کھیت میں بو دیا۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے۔ مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آ کر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔'' (متی ۱۳: ۳۱ و ۳۲) '' اور میں اس پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤں گا۔ اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب نہ آئیں گے'' (متی ۱۶: ۱۸)۔ خداوند یسوع مسیح کے آسمان پر جانے کے بعد صرف ۱۲ شخصوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی (اعمال ۱: ۱۵) جنہوں نے روح القدس کا بپتسمہ پایا اور اگرچہ مسیحی کلیسیا ابتدا میں کئی صدیوں تک جسمانی ایذا رسانی اور موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا رہی۔ اور اس کے بعد عقلی و علمی طور پر ایسے زبردست مخالفوں سے آج تک اس کا سامنا رہا۔ جو ہر طرح کے دنیوی علم و حکمت کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ جنہوں نے انجیل مقدس کے لکھنے والوں کی منشا کے بالکل متضاد جھوٹی اور باطل تاویلوں اور ہر طرح کی افترا پردازی سے مسیحی کلیسیا اور انجیل مقدس کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس کے باوجود مسیحی کلیسیا ہی دنیا کی سب سے بڑی مذہبی جماعت ہے۔ جو شمار میں اور ہر طرح کی دنیوی اور علمی برکتوں میں بھی مقدم ہے۔ حتیٰ کہ آج مسیحی جماعت نہ ہو تو دنیا کی اور کوئی مذہبی جماعت ایسی نہیں۔ جو ہر وقت دہریت اور کمیونزم کی ہولناک قوتوں کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ اور وہ دنیا بھر سے جو مذہب اور خدا تعالیٰ کی ہستی کے اقرار کا نام و نشان تک مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے شیطانی منصوبوں کو روک سکے۔ (باقی آئندہ)

یوم الکلاں مبارک باد

از قلم یونس صابر پشاور۔

کلی کلی ہے معطر، شجر شجر دلشاد
خوشا! کھلا ہے گلستاں میں آج نخل مراد--- یوم الکلاں مبارکباد !

چمن میں جشن بہاراں کی ہو رہی ہے دھوم
روش روش پہ ہیں رقصاں مسرتوں کے ھجوم
خزاں کا دور، غموں کے نشاں ہوئے معدوم
ظہور سنجئی دوراں کسے نہیں معلوم
ہر اک زباں پہ ہے یوم الکلاں مبارکباد--- یوم الکلاں مبارکباد !

تھکی تھکی سی نگاہیں بجھی بجھی سی حیات
تھا منزلوں کا تعین نہ کوئی راہ نجات
بگڑتی جاتی تھی، بنتی نظر نہ آتی تھی بات
جب آیا خاک نشینوں میں وہ الٰہی صفات
تو وصل ایزد و انساں کی پڑگئی بنیاد--- یوم الکلاں مبارکباد !

نظام کارگہ زیست میں نہ تھی کوئی جاں
تھا کوئی ذوق تجسس نہ قوت ایماں
ہوا تھا جوھر احساس سے غافل انساں
وہ آگیا تو ہوئیں مشکلیں سبھی آساں
نئی حیات کے اسلوب ہوگئے ایجاد--- یوم الکلاں مبارکباد !

تھی جس کی، شرق کے دانشوروں کو خواھش دید
جو انبیاء کے کلام و پیام کی تمہید
وہ بن کے آیا ہے اھل جہاں کی امید
بتاؤ کیوں نہ بصد ناز منائیں ہم عید
کہ ہوگئے ہیں غم روزگار سے آزاد---- یوم الکلاں مبارکباد!

مئے نجات کھلی ہے ہر اک بشر کے لئے
بہ فیض ساقیٔ دوراں جو چاہے آکے پئے
سنبھل، سنبھل کے چلو بادہ کشو جام لئے
بھلا کے سارے غم، عیدالکلاں کو کر کے یاد-- یوم الکلاں مبارکباد!

(بشکریہ ریڈیو پاکستان)

وہ کس قدر دانشمند تھے!

مترجم: بریگیڈیر برکت مسیح ، سالویشن آرمی لاهور

مجوسیوں اور چرواهوں کی دو زندہ جاوید کہانیاں همیشه بڑے دن پر بیان کی جاتی هیں اور یہ هر دو کہانیاں اکثر شاعرانہ اور فن کارانہ اظہار کے لئے بنیاد قائم کرتی هیں۔ هم دو کہانیوں کو ایک دوسرے سے بمشکل الگ کر سکتے یا ایک کو دوسری پر مشکل سے ترجیح دے سکتے هیں کیونکہ دونوں اشاری اور دلکش هیں لیکن وہ مشرقی عارفین کس قدر دانشمند تھے!

هم خود حلیم گلہ بانوں کے ساتھ زیادہ روحانی رشتہ و رابطہ محسوس کرتے هیں لیکن هم ان پر تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتے هیں جن کا فہم و ادراک همارے فہم و ادراک سے کہیں بڑھ کر تھا۔ یہ آدمی جو مشرق سے آئے تھے وہ کسی مخصوص نسل اور قبیلہ کے نہ تھے اسی طرح چرواهے کسی خاص خاندان کے نہ تھے تاهم جس حال چرواهے رات کو اپنے گلہ کی رکھوالی کر رهے تھے اسی حال یہ مشرق کے مجوسی رات کو ستارہ دیکھ رهے تھے اور وہ بہت جلد اس ستارے کے نمودار هونے کے مقصد کو جان گئے۔ پھر جب آسمانی نور ان پر چمکا تو انہوں نے جان لیا کہ یہ نشان ایک عظیم ترین انکشاف کی تلاش کرنے کے لئے ایک بلاهٹ تھا۔ چرواهوں کے لئے افسوس! اسی طرح همارے لئے افسوس هے کیونکہ چرواهے خدا کے نور سے گھبرا گئے۔ وہ "نہایت ڈر گئے"، مگر فرشتہ نے ان سے کہا "ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا هوں جو ساری امت کے واسطے هوگی"۔ (لوقا $\frac{2}{10}$)۔

جب هم اپنے سامنے مجوسیوں کو ان کے سفر پر دیکھتے هیں تو ان کے چہرے مشتاق اور متجسس دکھائی دیتے هیں۔ کتاب مقدسہ کا بیان همیں بتاتا هے کہ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے کس هستی کی تلاش کی تھی۔ وہ غیر قوم تھے لیکن یہودیوں کا بادشاہ مسیح ایک ایسی هستی تھی جس کو وہ لازماً دیکھنا، جاننا اور سجدہ کرنا چاهتے تھے۔ وہ کس قدر دانشمند تھے! یہودی چرواهے مشکل سے اپنا مقصد جان سکے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ "آؤ بیت اللحم تک چلیں اور یہ بات جو هوئی هے اور جس کی خداوند نے هم کو خبر دی هے دیکھیں" (لوقا $\frac{2}{15}$) اگر ان کے پاس ان مجوسیوں کی دانش و حکمت هوتی تو وہ بہت شوق اور سرگرمی سے یہ کہتے "آؤ هم جلدی سے چلیں۔ همارا بادشاہ آیا هے"۔

چرنی کا کیسا منظر تھا؟ کیا ہم وہاں کوئی امتیاز اور تفریق پاتے ہیں؟ وہاں سب کے سب اب اپنے اعلیٰ استحقاق اور حیرت انگیز موقع سے آشنا تھے اور ہر ایک نے جھک کر سجدہ کیا اور احترام بجا لایا تاہم اولین تحفے ان لوگوں نے اس معصوم خداوند کو پیش کئے جو خدا کے عظیم مکاشفہ کے لئے عقل و دانش کے لحاظ سے زیادہ تیار تھے۔

آئیے اس بڑے دن پر ان نہایت ہردلعزیز کہانیوں سے الٰہی مقصد کو ظاہر کرنے کی نسبت ایک سرگرم رد عمل اور اثر کی ضرورت کو جانیں۔ ہم اس پر احساس و ادراک حکمت کے ساتھ آراستہ اور مستعد نہیں ہیں۔ ہم خدا کے امر کی طرف مائل نہیں ہیں۔ لیکن جیسا کہ یعقوب اپنے خط میں ہمیشہ ہمیں تاکید کرتا ہے ''اگر تم میں سے کسی میں حکمت کی کمی ہو تو خدا سے مانگے جو بغیر ملامت کئے سب کو فیاضی کے ساتھ دیتا ہے،،۔ ($\frac{1}{5}$)

جو دانشمند یہ جانتے ہیں کہ خدا کی راہ بہترین راہ ہے ان کی سرگرم اور پر از دعا جستجو کے جواب میں اس کا ستارہ تا حال روشن ہے ایسے دانشمند لوگ اپنی راہ کو صاف اور آراستہ پائیں گے اور اپنی زندگی کے سفر کے اختتام پر اپنے خداوند کو روبرو پائیں گے اور سجدہ کریں گے اور اس کے قدموں پر اپنے ہدیے رکھینگے۔

زندگی میں ایسے اوقات ہیں جبکہ لوگ اپنے وقت کی چیزوں کی نگہبانی کرنے میں پہلے سے محو خیال ہیں تو ضرور ہے کہ خدا اپنے مکاشفہ کے ذریعے ان کو بیدار کرے۔ چنانچہ خوف، غیر تیاری اور دانش و حکمت کی کمی پائی جاتی ہے۔ شائد ایک عظیم موقع کھوگیا ہے یا خدا کے وعدہ کی تکمیل سے پیشتر ایک بیابانی سفر درپیش ہے۔ تاہم ہمیں '' اس ''حکمت کی جوکہ اوپر سے آتی ہے ،،۔ تلاش کرنی چاہئے (یعقوب $\frac{3}{17}$) یہ الٰہی حکمت ہے اور اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حقیقی ایمان

— پادری پروفیسر اقبال نثار، تھیولاجیکل سیمنری گوجرانولہ

ایمان کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ بائبل مقدس میں متعدد بیانات پائے جاتے ہیں۔ جن سے نہ صرف اس مضمون کی وضاحت ہوتی ہے بلکہ ایمان کی افادیت بھی صاف روشن ہوتی ہے۔ بائبل مقدس میں بہت سے ایمانداروں کا ذکر ہے اور اسی سلسلے میں ابراہام صف اول کا درجہ رکھتا ہے۔ ابرہام کے ایمان کا ذکر نہ صرف عہد عتیق ہی میں پایا جاتا ہے بلکہ عہد جدید کے بہت سے بیانات اس کی ایمان والی زندگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسے خدا کا دوست کہہ کر پکارا گیا ہے۔ ابراھام کا ایمان اس کے بیٹے اسحاق کی قربانی کے سلسلہ میں چوٹی پر پہنچ جاتا ہے۔ غریب لعزر اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ابرہام کی گود میں آرام اور سکون سے بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے۔ زکائی کی نجات کے سلسلہ میں خداوند یسوع مسیح نے اسے ابرہام کا بیٹا کہہ کر پکارا۔ پولوس رسول گلیتوں ۷:۳ میں اس کی وضاحت کرتا ہے۔ ”جو ایمان لانے والے ہیں وہی ابرہام کے فرزند ہیں،،۔

عبرانیوں گیارھواں باب ایمان کے سورماؤں کے بیان سے پر ہے اور بارھویں باب میں میں انہیں گواھوں کا بادل کہہ کر پکارا گیا ہے۔ عبرانیوں ۱۱ :۳۴ میں ایمان کے ان سورماؤں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ”وہ کمزوری میں زورآور ہوئے،، اور یعقوب اپنے خطوط میں ایلیاہ کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ہماری طرح انسان تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہماری طرح گوشت پوست کے انسان تھے۔ ان میں خوبی یہ تھی کہ وہ لگاتار ایمان کے بانی اور کامل کرنے والے یسوع کی طرف تکتے رہتے تھے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ایمان یسوع کی طرف لگاتار اور مسلسل تکتے رہنے کا نام ہے ایمان سے مراد بھروسہ اور تکیہ بھی ہے۔ کیونکہ انسان پر بھروسہ کرنے والا ملعون ہے لیکن خداوند پر بھروسہ رکھنے والا زورآور ہے۔

خداوند یسوع مسیح نے بسا اوقات شاگردوں میں ایمان کی کمزوری دیکھ کر ان کو جھڑکا جیسے متی ۱۴ : ۳۱ اور ۱۷ :۲۰ میں مندرج ہے۔ یسوع نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا اے کم اعتقاد تو نے کیوں شک کیا

اور متی ۱۷ : ۲۰ میں اس نے ان سے کہا اپنے ایمان کی کمی کے سبب سے چونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکوگے کہ یہاں سے سرک کر وھاں چلا جا - اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی - پولوس رسول بھی ۱ - تھلسنیکیوں ۳ : ۱۰ میں لکھتا ھے - ھم رات دن بہت ھی دعا کرتے رھتے ھیں کہ تمہاری صورت دیکھیں اور تمہارے ایمان کی کمی پوری کریں یہ حوالہ ایمان کی کمزوری کے متعلق بیان کرتا ھے اس کا یہ مطلب ھے کہ ایمان کمزور بھی ھو سکتا ھے اور مضبوط بھی حبقوق نبی نے اپنی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں ایک عجیب و غریب راز معلوم کیا ھے - اور وہ یہ تھا کہ صادق اپنے ایمان سے زندہ رھے گا - اس کا اقتباس نئے عہد میں کم از کم تین بار ہوا ھے - یہی وہ راز تھا جس نے مارٹن لوتھر جیسے کٹر رومن کاتھولک کو کاتھولک عقائد کے خلاف پروٹسٹ کرنے پر مجبور کیا اور وہ حبقوق کے اس راز میں شامل ھوگیا کہ راستباز ایمان سے جیتا رھے گا -

لہذا یہ ثابت ھوا کہ ایمان ھی راستباز کی زندگی کا بھید ھے روحانی طور پر زندہ رھنے کے لئے ایمان کی بے حد ضرورت ھے -

حقیقی اعتقاد کا تعلق زندہ خدا کے زندہ بیٹے خداوند یسوع مسیح کے ساتھ ھے - مناسب ھے کہ ھم اپنے ایمان کا امتحان کریں کہ وہ ھم میں مطلوبہ پھل پیدا کرتا ھے - یا نہیں حقیقی ایمان کے بہت سے نتائج ھیں ھم اپنا جائزہ لیں کہ ھمارا ایمان حقیقی ھے یا نہیں -

۱ - **حقیقی ایمان آرام بخشتا ھے :** عبرانیوں ۴ : ۳ اور ھم جو ایمان لائے اس آرام میں داخل ھوتے ھیں جس طرح اس نے کہا کہ میں نے اپنے غضب میں قسم کھائی کہ یہ میرے آرام میں داخل ھونے نہ پائیں گے - ایمان لانے سے آرام اور راحت حاصل ھوتی ھے - اور اس سے ایماندار کی زندگی کی ترقی ھوتی ھے -

(۲) **خوشی کا باعث :** ۱ - پطرس ۱ : ۸ اس سے تم بے دیکھے محبت کرتے ھو - اور اگرچہ اس وقت اس کو نہیں دیکھتے تو بھی اس پر ایمان لاکر ایسی خوشی مناتے ھو جو بیان سے باھر اور جلال سے بھری ھے - پر فضل مخلصی بخشنے والے مردوں میں سے جی اٹھے اور دوبارہ آنے والے مسیح پر ایمان خوشی بخشتا ھے -

۳ - **پر امید ھے :** عبرانیوں ۱۱ : ۱ اب ایمان امید کی ھوئی چیزوں کا اعتماد اور اندیکھی چیزوں کا ثبوت ھے - گلیتوں ۵ : ۵ کیونکہ ھم روح کے باعث ایمان سے راستبازی کی امید بر آنے کے منتظر ھیں - ایمان اور امید علیحدہ علیحدہ لیکن ناقابل جدا ھیں -

۴ - پر محبت ہے : گلیتوں ۵ : ۶ اور مسیح یسوع میں نہ تو ختنہ کچھ کام کا ہے اور نہ نا مختونی مگر ایمان جو محبت کی راہ سے اثر کرتا ہے۔ افسیوں ۶ : ۲۳ خدا باپ اور خداوند یسوع مسیح کی طرف سے بھائیوں کو اطمینان حاصل ہو اور ان میں ایمان کے ساتھ محبت ہو۔ ۱ - تھلسنیکیوں ۳ : ۶ مگر اب جو تیمتھیس نے تمہارے پاس سے ہمارے پاس آ کر تمہارے ایمان اور محبت کی اور اس بات کی خوشخبری دی کہ ہمارا ذکر خیر ہمیشہ کرتے ہو۔ اور ہمارے دیکھنے کے ایسے مشتاق ہو جیسے کہ ہم تمہارے ایسا ایمان دوسروں کے لئے محبت بخشتا ہے۔

۵ - پر عمل ہے : یعقوب ۲ : ۲۰ مگر اے نکمے آدمی کیا تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے۔ ۲ : ۱۴ - ۱۶ اے میرے بھائیو ! اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں۔ مگر عمل نہ کرتا ہو۔ تو کیا فائدہ کیا ایسا ایمان اسے نجات دے سکتا ہے۔ اگر کوئی بھائی یا بہن ننگی ہو اور ان کو روزانہ روٹی کی کمی ہو اور تم میں سے کوئی ان سے کہے کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ گرم اور سیر رہو مگر جو چیزیں تن کے لئے درکار ہیں وہ انہیں نہ دے تو کیا فائدہ ؟

۶ - صابر ہے : ۲ - تیمتھیس ۳ : ۱۰ لیکن تونے تعلیم چال چلن ارادہ ایمان تحمل محبت ، صبر ، ستائے جانے اور دکھ اٹھانے میں میری پیروی کی عبرانیوں ۶ : ۱۲ تاکہ تم سست نہ ہو جاؤ بلکہ ان کی مانند بنو۔ جو ایمان اور تحمل کے باعث وعدوں کے وارث ہوتے ہیں۔ مکاشفہ — جس کو قید ہونے والی ہے۔ وہ قید میں پڑے گا۔ جو تلوار سے قتل کرے گا۔ وہ ضرور تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ مقدسوں کے صبر ایمان کا یہی موقع ہے حقیقی ایمان غم اور بے صبری کو دور کرتا ہے۔

۷ - فتح مند ہے : ۱ - یوحنا ۵ : ۴ جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے۔ وہ دنیا پر غالب آتا ہے اور وہ غلبہ جس سے دنیا مغلوب ہوئی ہے ہمارا ایمان ہے عبرانیوں ۱۱ : ۳۲ - ۴۰ -

۸ - ناطق ہے : ۲ - کرنتھیوں ۴ : ۱۳ اور چونکہ ہم میں ایمان کی وہی روح ہے۔ جس کی بابت لکھا ہے کہ میں ایمان لایا اور اسی لئے بولا۔ پس ہم بھی ایمان لائے اور اسی لئے بولتے ہیں۔ شک گونگا اور بے زبان ہے (لوقا ۱ : ۲۰) لیکن ایمان اقرار کے لئے منہ کھولتا ہے۔ (رومیوں ۱۰ : ۱۰)۔

۹ - ایمان سنتا ہے : رومیوں ۱۰ : ۱۷ پس ایمان سننے سے پیدا ہوتا ہے اور سننا مسیح کے کلام سے۔

۱۰ - همیشه بڑھنے اور ترقی کرنے والا ہے : ۲ - کرنتھیوں ۱۰ : ۱۵ ---- لیکن امیدوار ہیں کہ جب تمہارے ایمان میں ترقی ہو تو ہم تمہارے سبب سے اپنے علاقہ کے موافق اور بھی بڑھیں - ۲ - تھلسنیکیوں ۱ : ۳ اے بھائیو ! تمہارے بارے میں ہر وقت خدا کا شکر کرنا ہم پر فرض ہے اور یہ اس لئے مناسب ہے - کہ تمہارا ایمان بہت بڑھتا جاتا ہے - اس سے ہم ایمان کے بھرپور یقین کا تجربہ کرتے ہیں (عبرانیوں ۱۰ : ۲۲) -

۱۱ - راستباز ٹھہرتے ہیں : صلح رکھتے ہیں امید پر فخر کرتے ہیں اور صبر اور پختگی حاصل کرتے ہیں رومیوں ۵ : ۲۱ --- اسی طرح فضل بھی ہمارے خداوند یسوع کے وسیلہ سے ہمیشہ کی زندگی کے لئے راستبازی کے ذریعے سے بادشاھی کرے -

کیا ہمارا ایمان ایسا ہے ؟ اگر ایمان میں کمی ہے تو یہ دعا مانگیں " اے ہمارے خدا ہمارے ایمان کو بڑھا دے " - (لوقا ۱۷ : ۵) -

کرسمس

بھر پور سرائے بیت اللحم کی غربت کا یاں کام نہیں
دنیا کے الٰہی زائر کو سر رکھنے کا بھی مقام نہیں

چرنی کو بنایا گہوارہ کہ سرائے میں ان کو جگہ نہ ملی
ایثار محبت یاں تک ہے کہ کسی پہ کوئی الزام نہیں

مجبوریٔ دل کا افسانہ ہے کلام مجسم کا احوال
جو عرش سے فرش پہ آ پہنچا اسے عرش پہ بھی آرام نہیں

جو شعلۂ طور میں تھا مستور، وہ مہر حقیقت ازلی کلام
اسے دیکھا ہے کہ وہ تجلی پر جس حسن کا منظر عام نہیں

ایماں کی بصیرت سے عارف ، ہر دل میں مسیح ہے جلوہ نما
اس مہر محبت کے نقشوں میں شک کوئی نہیں ، ابہام نہیں

— ایم - اے - قیوم عارف ڈسکوی

یونانی فلسفہ سے پولوس رسول کا تقابل

— از جان سلومپ

اعمال کی کتاب نئے عہد نامہ میں اس لئے ایک اعلیٰ مقام رکھتی ھے کہ وہ چاروں انجیلوں اور پولوس رسول کے خطوں کے عین درمیان واقع ھے وہ گویا ایک قسم کا محور ھے جس سے ھمیں یہ معلوم ھو جاتا ھے کہ انجیل کی منادی کافی مشکلات کے باوجود کس قدر کامیاب ھوگئی۔ جہاں کہیں کسی نئی کلیسیا کی بنیاد ڈالی جاتی ھے اعمال کی کتاب اس کے لئے مفید ھدایات بہم پہنچاتی ھے۔ اس کتاب کا بنیادی خیال یہ ھے کہ روح القدس کلیسیا کی رہنمائی کرتا رھتا ھے بشرطیکہ ھم دعا اور حلم سے ھدایت کی تلاش کرتے رھیں اس کتاب میں روح القدس کا قریباً پچاس دفعہ ذکر کیا گیا ھے۔ اعمال کی کتاب کے دو ابواب خاص کر مشہور ھیں۔ یعنی دوسرا باب جس میں یوم پنتکست کے واقعات کا بیان ھوا ھے۔ جس کلیسیا میں پنتکست کی طرف سے غفلت برتی جائے وھاں زندگی نہیں۔ وھاں حقیقی رفاقت نہیں، وھاں بلا شبہ بشارتی کام کے لئے طاقت نہیں پائی جاتی۔ ھر کلیسیا کا امتحان محض یوم پنتکست منانے سے نہیں ھوتا بلکہ اس کی روحانی حقیقت سے واقف ھونے سے ھوتا ھے۔ آیا وہ کلیسیا اور اس کے شرکاء معیاری مسیحی زندگی بسر کرتے ھیں یا نہیں۔ اس لئے دوسرے باب کی نہایت خیال انگیز تفسیرات لکھی گئی ھیں۔ اس باب کی اھمیت پر ھم کبھی زیادہ زور نہیں دے سکتے۔

ایک اور باب ھے جس کے بارے میں کافی غور و فکر کیا گیا ھے کیونکہ اس میں ھم دیکھ سکتے ھیں کہ پولس رسول کس طرح دوسرے مذاھب اور غیر مسیحی فلسفہ کے ساتھ تبادلۂ خیال کرتے ھیں۔ آخری دو صدیوں میں جب سے مسیحیوں اور غیر مسیحی مذاھب میں شدت سے مباحثہ اور مناظرہ ھو رھا ھے کئی مسیحی علماء نے اس باب کے موضوع پر کئی تفسیریں پیش کی ھیں۔

مثالی اور علمی جواب دھی کے طور پر میں اس مقالہ کے آخر میں ان منابع کا ذکر کروں گا جنکے مطالعے سے انگریزی دان اصحاب اس دلچسپ مضمون کی جستجو خود جاری رکھ سکیں گے۔

بائبل میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس کا جغرافیہ سے اتنا گہرا تعلق ہو۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ پاکستان بائبل سوسائٹی کی شائع کردہ بائبلوں اور انجیلوں میں ایک نقشہ بھی نہیں ہوتا جس کی مدد سے بائبل کے پڑھنے والے یہ دیکھ سکیں کہ پولس رسول اپنے سفر میں کہاں کہاں گئے۔

جغرافیائی لحاظ سے اعمال کی کتاب ایک خاص تجویز کے مطابق لکھی گئی۔ خداوند یسوع مسیح نے خود یہ تجویز لوقا کے دماغ میں ڈالی جب اس نے فرمایا کہ جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤگے اور یروشلیم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک تم میرے گواہ ہوگے (۱ : ۸)

کام یروشلیم سے شروع ہوگا۔ یہ شہر مسیحیت کا روحانی دارالسلطنت ہے۔ یہ داؤد اور ابن داؤد کا شہر ہے جس میں وہ غائبانہ طور پر بادشاہ کی حیثیت سے داخل ہوگا۔ جس کے باہر وہ مصلوب بھی ہوا۔ صلیب پر یہ کتبہ لکھا تھا ”یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے“۔ پرانے عہد نامے کے مطابق دوسرے ممالک کے لوگ بھی وہاں جمع ہوں گے۔ اور مکاشفہ کی کتاب میں ذکر ہے کہ نئے یروشلیم میں سب قومیں اور ان کے بادشاہ اپنی شان و شوکت کا سامان لائیں گے (۲۱ : ۲۴)۔ رومہ آخری شہر ہے جہاں پولس رسول پہنچے۔ بے شک یہ دنیا کی انتہا تو نہ تھی مگر اس زمانے کی سیاسی طاقت کا مرکز ضرور تھا۔ صرف انجیل کی منادی سے ہی دوسروں کی بہتری اور ان کے حالات میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے ان کی خواہش تھی کہ انجیل کا اثر رومہ کے دل تک پہنچے (رومیوں پہلا باب اور تیرھواں باب پڑھئے)۔

رومیوں کے تیرھویں باب میں بتایا گیا ہے کہ حکومت کے فرائض کیا ہیں۔ مکاشفہ کی کتاب کے تیرھویں باب میں اس خوفناک حالت کا ذکر ہے جب حکومت نیکی کی بجائے ظلم کے راستے کھول دیتی ہے۔ اسی حالت کی مثالیں دنیا کی تاریخ میں اور کبھی کبھار موجودہ زمانے میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پولس رسول کے زمانہ میں اتھینے ثقافت اور فلسفہ کا مشہور مرکز تھا۔ اس شہر میں پولس رسول جس طرح اس نے لسترا میں کیا توہم پرست یونانی عوامی مذاہب سے مقابلہ نہیں کرتا بلکہ فیلسوفوں اور عالموں سے ملاقات اور مناظرہ کرتا ہے۔ ایتھینے میں مسیح سے چار صدیاں پہلے افلاطون اور ارسطو زندہ تھے۔ ان دونوں نے یونانی فلسفہ کی بنیاد رکھی آج تک ان کی کتابیں ہر یونیورسٹی کے نصاب فلسفہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ خواہ یہ مغرب میں ہوں یا مسلم ممالک میں۔

افلاطون کا اوگستین اور ارسطو کا توماس اکویناس پر گہرا اثر پڑا۔ رومہ کے سیاسی اور قانونی خیالات اور رواج ہمیں آج بھی رومن کاتھولک کلیسیا کے نظام حکومت میں نظر آتے ہیں۔

ہمارا مضمون اس نوعیت تک آگے بڑھا ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظریاتی نقطہ نگاہ سے ان تینوں شہروں کا اثر بالخصوص مغربی مسیحیت پر ظاہر ہوتا ہے۔ جب ہم اس تاریخی پس منظر کو یاد کرتے ہیں۔ اس پہلی واقفیت کے نتائج سے بہت کم لوگ آگاہ ہوں گے لیکن کلیسیا کی تاریخ میں جو اسکے تاثرات وجود میں آئے ان کے لئے ہم نہایت متشکر ہیں۔

پولوس رسول کے زمانے میں اتھینے یونانی ثقافت اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ جس طرح جو شخص ٹیکسلا کے عجائب گھر میں داخل ہوتا ہے یا سوات کے کھنڈرات دیکھنے جاتا ہے وہ پاکستان کے اندر بھی یونانی ثقافت کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ جب انجیل جلیل کا ظہور اس دنیا میں ہوا تو اس کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ وہ دنیا کی سیاست یا ثقافت کو برباد کردے اور اس کی جگہ ایک انجیلی ثقافت قائم کرے۔ برعکس اس کے انجیل کا مقصد یہ ہے کہ وہ ثقافت کی اصلاح کر کے ایک ایسی تحریک کو دور کرنے یا دبانے میں مدد کرے جو انسان کوخدا سے جدا کرتی ہے اور انسانوں کو خدا کی طرف رجوع کرنے کے لئے ترغیب دے۔

مغربی کلیسیا نے یونانی خیالات کے ساتھ ایسے ہی کیا جیسے پولس نے ایتھینے میں کیا اور جسے اس نے کرنتھیوں کے دوسرے خط کے دسویں باب میں بیان کیا ہے۔ ”چنانچہ ہم تصورات اور ہر ایک اونچی چیز کو جو خدا کی پہچان کے برخلاف سر اٹھائے ہوئے ہے ڈھا دیتے ہیں اور ہر ایک خیال کو قید کر کے مسیح کا فرمانبردار بنا دیتے ہیں“۔ (۵)

اسی طرح انجیل کو چینی، بھارتی، جاپانی اور افریقی ثقافت کی شکل و صورت کو اپنانا ہوگا۔ بائبل کا ترجمہ کرنا اس قسم کے اپنانے میں پہلا قدم ہے کیونکہ انسان کی زبان اس کی ثقافت کی بنیاد ہے۔

پولس رسول کے اس مکالمے سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ پولس رسول یونانی زبان اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ یونانی تصنیفات اور شاعری ادب سے بخوبی واقف ہے۔ اٹھائیسویں آیت میں وہ مختلف شاعروں کے اقتباسات پیش کرتا ہے۔ ہم یہودیوں کی احادیث کے مجموعہ تلمود سے معلوم کرتے ہیں کہ اس زمانے میں دو قسم کے یہودی تھے۔ پہلے گروہ کا نقطہ نظر مندرجہ ذیل جملہ میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے۔

"ملعون ہے وہ آدمی جو سوار کو یروشلیم کے شہر کے اندر لے جاتا ہے یا دیوار پر سے کھینچ کر لاتا ہے اور وہ شخص جو اپنے بیٹے کو یونانی حکمت سیکھنے دیتا ہے"۔

ہم فوراً دیکھ سکتے ہیں کہ پولس رسول اس قسم کا یہودی نہ تھا۔ بلکہ وہ اس دوسرے گروہ سے تعلق رکھتا تھا جو یونانی زبان اور ثقافت میں اور یونانی اصنام پرستی اور اصول عمل میں امتیاز کرتا تھا۔

۲۔ دوسرا سبق جو ہم اس باب سے سیکھتے ہیں یہ ہے کہ باوجود اس بات کے کہ بتوں کو دیکھ کر اس کا جی جل گیا۔ وہ ان کے بارے میں نہایت ادب سے بولتا ہے۔ اس نے سب بتوں کو دیکھا اور اگرچہ وہ لوگ اس کی بے عزتی بھی کرتے رہے تب بھی اس نے ناراضگی ظاہر نہیں کی۔ چند لوگ تو کہتے تھے کہ وہ ایسا آدمی ہے جو نہیں جانتا کہ کیا کچھ بول رہا ہے۔ دراصل جو محاورہ یونانی زبان میں بکواسی کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے "بیج چننے والا۔ یعنی پرندہ۔ فرانسیسی ترجمے میں طوطے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ ایسا شخص ہے جس نے گہرا علم حاصل نہیں کیا۔ جس نے نظام اور تربیت کے بغیر ادھر ادھر سے سطحی طور پر کچھ باتیں سیکھ لی ہیں۔ یہ شخص عالم نہیں بلکہ طوطے کی مانند بغیر سوچے سمجھے کچھ کہے جاتا ہے۔ رسول نے غصہ میں آکر یہ نہیں کہا کہ میں تو یہودیوں کے مشہور عالم گملی ایل کا سابقہ شاگرد ہوں وہ اس موقعہ کی تلاش میں ہے جب اس کو جوابدہی کا وقت ملے گا۔

تیسرا سبق جو ہم اس تقابلہ سے حاصل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ پولس رسول کی اصطلاحات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ان کے مذہبی خیالات سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ ان طرب پسند (اپکوری) اور رواقی (ستوئیکی) فیلسوفوں کے ساتھ مناظرہ کر کے ان کے محاورات اور اصطلاحات استعمال کرتا ہے تاکہ وہ اس کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اسی طرح ہمیں بھی جب ہم غیر مسیحیوں سے مذہبی امور پر بات چیت کرتے ہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ ملک کی اردو زبان اور مسیحی گروہ کی زبان میں کافی فرق ہے اس طرح ایک روحانی فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔ اعمال کی کتاب کے دوسرے باب سے ہم سیکھتے ہیں کہ روح القدس کی ہدایت کے مطابق ہم ہر زبان میں خدا کے بڑے بڑے کاموں کا بیان کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم ان کا مطالعہ کریں۔ چند آیات کی مزید تفسیر ضروری ہوگی۔ پولس رسول کے زمانے میں ایتھینے میں بیشمار بت موجود تھے۔ اور ہم متعجب نہ ہوں کہ اتنے بت دیکھ کر اس کا جی جل جاتا ہے

کیونکہ یروشلیم کی ہیکل میں یا ان کے یہودی عبادت خانوں میں ایک بھی مجسمہ نہ تھا۔ روما کے قیصر کی طرف سے صرف یہودیوں کو خاص رعایت تھی کہ ان کی ہیکل میں کوئی مجسمہ نسب نہ کیا جائے۔ کیلی گولہ بادشاہ نے ایک دفعہ کوشش کی کہ وہ اپنا مجسمہ یروشلیم میں یہودیوں کی مرکزی عبادتگاہ یا ہیکل میں نصب کرائے لیکن ہیرو دیس نے اسے آگاہ کیا کہ ایسا کرنے سے بلا شبہ یہودی بغاوت کریں گے اس پر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

پاؤ سانساس (150 AD) جو ایک یونانی مصنف تھا اپنے زمانہ کے یونان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ھے کہ اس وقت صرف ایتھینے میں باقی سارے یونان سے زیادہ بت پائے جاتے تھے۔ ایک لاطینی مصنف پلینیس (24-79 AD) بتاتا ھے کہ اس وقت دیوتاؤں اور سورماؤں یعنی مشہور لوگوں کے جنہوں نے اپنے ملک کے لئے کوئی نہ کوئی بڑا کام کیا ان سب کی یاد میں تیس ہزار مجسمے نصب کئے گئے تھے۔

پیطرونیس (50-100 AD) نے لکھا ھے کہ ایتھینے میں آدمیوں سے زیادہ دیوتاؤں کے بت موجود تھے۔ سترھویں باب کی سترہ آیت میں (۱۷:۱۷) ھمیں اس آیت کے لفظوں کو لاپرواھی سے نہ سمجھنا چاھئے۔ میری دانست میں پولس رسول اس لئے فوراً یہودیوں کے عبادتخانہ میں گیا تاکہ وہ ان سے دریافت کرے کہ کیوں انہوں نے (یونانیوں نے) زندہ خدا کو تسلیم نہیں کیا وہ ان کے ساتھ بحث بھی کرنے لگا۔ یونانی میں بحث کے لئے لفظ (ڈیالاگس) استعمال ھوا ھے جسے افلاطون نے بھی استعمال کیا ھے۔ اس کا مطلب ھے کسی شخص کے ساتھ گفتگو کرتے وقت سچائی کی تلاش کرنا، لوقا نے پولس رسول کے بارے میں یہ لفظ چھ دفعہ استعمال کیا ھے ۱:۲۴، ۱۸:۱۹، ۱۹، ۱۸:۴:۱۸، ۲،۷: ۱۷) جب بھی رسول یہودیوں کے عبادتخانہ میں گفتگو کے ذریعے ثابت کرتا ھے کہ یسوع ھی المسیح ھے۔ دراصل کوئی مبشر صرف خدا کا ایک چنا ھوا وسیلہ ھے تاکہ خدا انسان سے متکلم ھو۔ اس لئے مبشر کو جاننا چاھئے کہ اسے روح کی ھدایت پر چلنا ھے۔ اور جسطرح روح نے پولس کو ھدایت دی کہ وہ پہلے یہودیوں کے ساتھ ان کے عبادت خانہ میں اور پھر یونانیوں کے ساتھ بحث کرے اسی طرح ھمیں بھی لازم ھے کہ پہلے ان سے جو اندر ھیں اور پھر باھر جاکر لوگوں سے گفتگو کریں۔

چوک میں بحث کے دوران اپکوری اور ستوئیکی فیلسوف اس کو ملتے ھیں۔ اس وقت شہر میں تیس ممبروں کی ایک کونسل تھی جنکا فرض تھا کہ اخلاقی زندگی کی نگرانی کرے۔ خاص کر یہ کہ کوئی اجنبی مشرق یا مغرب سے آکر کوئی ایسی نئی تعلیم نہ پھیلائے جو یونان کے رواج کے خلاف ھو۔ وہ اس سے اس لئے بحث کرنا چاھتے

تھے تاکہ اریوپگیس پر اس بات کی حقیقت عیاں ہو جائے کہ یسوع اور قیامت یا قیوم کس قسم کے دیوتا ہیں۔ یونانی زبان میں یسوع ایک ایسے مصدر سے ماخوذ ہوسکتا ہے جس کا مطلب ہے کسی مریض کو صحت دینا اور قیامت ایک ایسے دیوتا کا نام ہوسکتا ہے جو بالیدگی بخشتا ہے۔ یا جس سے مرنے کے بعد نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔

اپنی تقریر کے شروع میں پولس رسول یونان کی روحانی میراث پر حملہ نہیں کرتا۔ وہ ایک مبہم سا لفظ استعمال کرتا ہے "تم دیوتاؤں کو بہت ماننے والے ہو"۔ کتل صاحب کی نئے عہد نامے کی لغت کے مطابق یہ لفظ غیر مسیحی یونانی زبان میں صرف اچھے معنوں میں پایا جاتا ہے۔ پرانے انگریزی ترجمہ میں جو شاہ جیمس کا ترجمہ کہلاتا ہے "وہم پرستی" یا (Superstition) غلط مطلب ادا کرتا ہے۔ رسول اپنی تقریر کے پہلے جملے میں ان کی بے عزتی نہیں کرنا چاہتا اس کے برعکس وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ جس "نامعلوم" خدا کو پوجتے ہیں وہ خدا دنیا کا خالق و مالک ہے۔ وہ فیلسوف جن کے سامنے وہ بول رہا تھا خود اپنی کتابوں میں یونانی عوام کی عبادت پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ لیکن وہ اس بات کی کوشش نہیں کرتے تھے کہ ان کے مذہب میں اصلاح یا تبدیلی کریں۔ وہ اپنے آپ کو عوام سے کہیں اعلیٰ سمجھتے تھے اور ان کے لئے یہ حیرت کی بات تھی کہ پولس عوام کو بھی یسوع کے متعلق یہ نئی تعلیم دینا چاہتا تھا۔ ستوئیکی فلسفہ کے عین مطابق پولس رسول اس بات پر زور دیتا ہے کہ خدا ہاتھ سے بنے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔ پھر بھی اس فلسفہ کا اثر ہندومت کے اعلیٰ فلسفہ کی طرح عام لوگوں پر بہت کم تھا۔ اور جس طرح بھارت کے بت پرست دیہاتیوں پر اس فلسفہ کا کوئی خاص اثر نہیں بلکہ وہ ایک ہی ہمہ گیر ہندومت کے مختلف پہلو ہیں اسی طرح اس وقت یونان کی حالت تھی۔ ستوئیکی خیال کے مطابق کائنات کی ہدایت بخش اصل "عقل" یا "حکمت" ہے جسے وہ خدا سمجھتے ہیں۔ اس الٰہی اصل کا ظہور قسمت کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ انسان کو اس نصیبی قسمت یا فطرت کے ساتھ ہم آہنگی دکھانا ہوگی اور جرات کے ساتھ اپنی قسمت کو قبول کرنا ہوگا۔ اس کا نتیجہ خود کشی بھی ہو سکتا ہے عام طور پر یہ سنجیدہ لوگ تھے جو فرض کی ادائیگی کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ وہ کسی حد تک قنوطی معلوم ہوتے تھے۔ اپکوری فیلسوف زندگی کو پسند کرتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں موت کے بعد سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ دیوتا بے پرواہ اور غافل ہستیاں ہیں وہ بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ تو یہ دونوں نظریات ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ ستوئیکی اپکوریوں کو ملحد کہتے تھے۔ ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے قیامت کا عقیدہ ایک ناقابل قبول مسئلہ ہے۔ تاہم وہ پولس کی نکتہ چینی پر ناراض نہ تھے لیکن جب پولس نے قیامت کے دن کا ذکر کیا اور بتایا کہ خدا نے ایک دن اور ایک

آدمی کو مقرر کیا ہے جس پر ہر شخص کی عدالت ہوگی تو وہ قطع کلامی کرنے لگے۔ اس وقت وہاں تین قسم کے لوگ موجود تھے بعض تو مذاق کرنے لگے۔ بعض کسی اور وقت کے لئے ملتوی کرنے کے حق میں تھے اور بعض اسی وقت فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ ان تیس ممبروں میں سے ایک حاکم تو اسی وقت ایمان لے آیا۔ اور پولس رسول کا پیغام بہت موثر ثابت ہوا۔ ۵۲۹ء میں ایک مسیحی قیصر نے ایتھینے میں آخری فلسفیانہ سکول بند کر دیا اور مسیحیت کامیاب ہوئی۔ اس کی بنیاد پولس رسول نے ہی رکھی تھی۔ وہ ان کے ساتھ جو خدا کے خالق ہونے کا تھوڑا سا علم بھی رکھتے ہیں فوراً مسیح کے بارے میں کچھ نہیں کہتا لیکن وہ دنیا کے شروع اور آخرت کے بارے میں یہ بتاتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان تاریخ کے دوران ایک فیصلہ کن واقعہ ہوچکا ہے۔ یعنی مسیح کی آمد۔ یہودیوں کے سامنے پولس رسول پہلے مسیح کے بارے میں بیان کرتا ہے کیونکہ وہ خالق خدا کی بابت بہت کچھ جانتے تھے۔ اس لئے جیسے بعض مسیحی مفسروں نے لکھا ہے کرنتھیوں کے پہلے خط اور دوسرے باب کی دوسری آیت۔ اور اعمال سترہ باب میں کوئی بنیادی تضاد نہیں کیونکہ مقصد ایک ہی ہے یعنی یسوع مسیح۔ چنانچہ رسول فرماتا ہے کہ ” میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تمہارے درمیان یسوع مسیح بلکہ مسیح مصلوب کے سوا اور کچھ نہ جانوں گا “۔